واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا
اور سب کے سب اللہ کے عہد کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو
(آل عمران ۱۰۳)

ایما رجل قال لاخیہ یا کافر فقد باء بہا احد ہما
جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے وہ کفران دونوں میں سے ایک پر پڑتا ہے
(حدیث متفق علیہ)

تحفّظ ختم نبوّت کا حقیقی داعی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنامہ چودھویں صدی دہلی

میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ کوئی پرانا نہ نیا۔ (فرمان مجدد صد چہار دہم)

دسمبر ۲۰۰۲ء
ایڈیٹر: مفتی ممتاز عالم
قیمت 10/ روپے

ارشادات حضرت مجدّد صد چہار دہم

"اے حق کے طالبو! اور اسلام کے سچے محبو! آپ لوگوں پر واضح ہے کہ یہ زمانہ جس میں ہم لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا تاریک زمانہ ہے کہ کیا ایمانی اور کیا عملی جس قدر امور ہیں سب میں سخت فساد واقع ہو گیا ہے۔ اور ایک تیز آندھی ضلالت اور گمراہی کی ہر طرف سے چل رہی ہے۔ وہ چیز جس کو ایمان کہتے ہیں اس کی جگہ چند لفظوں نے لے لی ہے جن کا محض زبان سے اقرار کیا جاتا ہے۔ اور وہ امور جن کا نام اعمال صالحہ ہے۔ ان کا مصداق چند رسوم یا اسراف اور ریاکاری کے کام سمجھے گئے اور جو نیکی حقیقی ہے اس سے بکلّی بے خبری ہے اس زمانہ کا فلسفہ اور طبعی بھی رُوحانی صلاحیت کا سخت مخالف پڑا ہے۔ اس کے جذبات اس کے جاننے والوں پر نہایت بد اثر کرنے والے اور ظلمت کی طرف کھینچنے والے ثابت ہوتے ہیں وہ زہریلے مواد کو حرکت دیتے اور سوئے ہوئے شیطان کو جگا دیتے ہیں۔ ان علوم میں دخل رکھنے والے دینی امور میں اکثر ایسی بدعقیدگی پیدا کر لیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ اصولوں اور صوم وصلوٰۃ وغیرہ عبادت کے طریقوں کو تحقیر اور استہزاء کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کی بھی کچھ وقعت اور عظمت نہیں۔"

www.aaiil.org

احمدیت علمی رنگ میں

۱۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے کامل پیروؤں کو اللہ تعالیٰ اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اسلام کامل وحدت کا مذہب ہے، جس کے پیرو سب بھائی بھائی ہیں اور کوئی شخص کسی اختلاف کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کا قائل ہے۔

۳۔ اسلام کامل وسعت کا مذہب ہے جو تمام نسل انسانی کی وحدت کو اور ہر قوم کے اندر نبیوں کے آنے کو تسلیم کرتا ہے۔

۴۔ اسلام ایک فاتح مذہب ہے جو تمام مذاہب پر غالب آئے گا اور جس کے اصول عام طور پر دنیا میں قبولیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔

۵۔ اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کے اصول اور فروع علم اور عقل کے مطابق ہیں۔

۶۔ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور جو نئی ضروریات مسلمانوں کو پیش آئیں ان کا حل بذریعہ اجتہاد ہوتا رہے گا۔

۷۔ قرآن شریف شریعت اسلامی کا اصل اور غیر متبدل ماخذ ہے۔ اور مسلمانوں کی زندگی کا اصل سرچشمہ ہے۔ اور سب سے بلند تر مقام رکھتا ہے۔ حدیث قرآن کے ماتحت ہے اور فقہ یا اجتہاد دائمہ قرآن وحدیث کے ماتحت ہے۔

۸۔ قرآن شریف قیامت تک نسل کی ہدایت کا سرچشمہ ہے اس کی کوئی آیت نہ پہلے کبھی منسوخ ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۹۔ قرآن شریف عظیم الشان روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی روحانی طاقت سے قلوب کو فتح کرتا ہے اپنی فتوحات کے لئے تلوار کا نہ یہ کبھی پہلے محتاج ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

۱۰۔ قرآن شریف تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے۔ تمام مذہبی مسائل پر اعلیٰ درجہ کی روشنی ڈالتا ہے۔ مذہبی مسائل پر نہ صرف تمام دعاوی کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے بلکہ ہر دعویٰ کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

۱۱۔ محمد رسول اللہ صلعم تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع رکھتے ہیں اس لئے یہ اُمت کسی دوسرے نبی کی محتاج نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۱۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نہ نیا نہ پرانا۔ مجدّد ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے تاکہ غلطیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں اور محدّث اور اولیاء بھی ہوتے رہیں گے جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوگا۔

□□□

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی پانچ امتیازی خصوصیات

۱۔ تکمیل دین اور ختم نبوت پر حقیقی ایمان رکھنے والی واحد جماعت۔

جس کا بنیادی عقیدہ ہے کہ شریعتِ کاملہ قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی پرانا ہی نازل ہوگا۔

۲۔ اتحاد بین المسلمین کی واحد نقیب جماعت جو نہ صرف ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی ہے بلکہ تکفیر المسلمین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

۳۔ مغربی دنیا میں اشاعتِ اسلام او رعلوم قرآن کی اوّلین مشعل بردار جماعت۔

جس نے اگر اسلامی دنیا میں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان کو زندہ کیا تو مغربی دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلا کر **طلوع الشمس من مغربها** کا معجز نما نظارہ دکھایا۔ اوّلین اسلامی مشن ۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے انگلستان میں قائم کیا۔ برلن میں پہلی مسجد حضرت مولانا صدرالدین صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ۱۹۲۴ء میں تعمیر کی۔ قرآن حکیم کا پہلا مقبول عام انگریزی باتفسیر ترجمہ ۱۹۱۷ء میں حضرت مولانا محمد علی نے شائع فرمایا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں ڈچ اور ۱۹۴۰ء میں جرمن زبان میں قرآن کے تراجم شائع کئے اس جماعت کی طرف سے اب تک درجنوں زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔ اصلاح ملّت کی واحد داعی جماعت۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور حفاظت دین کا خدائی وعدہ اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اُمت مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جن کا وجود اسلام کی صداقت، خدا کی ہستی اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض پر شہادت ہو۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے ''ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں، جو اہلِ سنت والجماعت مانتے ہیں۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''

۵۔ صحیح اسلامی جمہوریت پر قائم جماعت۔

اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ بانی سلسلہ کی جانشین انجمن ہے نہ کہ کوئی فردِ واحد۔ حضرت مجدّد صد چہاردہم کی ''الوصیت'' کی رو سے **وامرھم شوریٰ بینھم** کی محکم چٹان پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جمہوری نظام کی شکل میں استوار ہے۔

□□□

ماہنامہ
چودھویں صدی
دہلی

سرپرست:
جناب شوکت اے علی صاحب
(بنکاک تھائی لینڈ)

جلد نمبر ------------ ۳
شمارہ نمبر ------------ ۱۲
دسمبر ۲۰۰۲ء
مطابق رمضان المبارک، عید الفطر / ۱۴۲۳ھ

ایڈیٹر: مفتی ممتاز عالم
معاون ایڈیٹر: محمد ارشد قاسمی
مدیر اعزازی: عبدالغفار صاحب

مجلس ادارت
ایم وائی تاثیر صدر (کشمیر)
اصغری بانو نائب صدر (ممبئی)
بشارت سلیم جنرل سکریٹری (جموں)
ممتاز عالم خزانچی (دہلی)
اشفاق حسین سکریٹری (کولکتہ)

کمپیوٹر کمپوزنگ: اسلم اعجاز

بدل اشتراک
سالانہ ------------ ۱۰۰/روپے
فی شمارہ ------------ ۱۰/روپے
بیرون ملک ------------ ۱۰/پونڈ
ڈالرامریکن ------------ ۲۰ ڈالر

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ
L-25-A, Dilshad Gardan, Delhi-95
فون: 22596616, 22134969
E-mail: ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in
Our Website:www.aaiil.org(or)islam.lt

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	اداریہ	۲
۲۔	ایمان بالغیب اور روزہ	۳
۳۔	سورہ فاتحہ کی دُعا تقاضائے فطرت ہے	۵
۴۔	ایک روحانی معلم اور فلاسفر میں بنیادی فرق	۷
۵۔	قتل مرتد کی سزا قتل کی تائید میں	۱۰
۶۔	مغربی تہذیب میں عورت کا مقام و رتبہ	۱۲
۷۔	واقعہ معراج آنحضرت میں ذات باری تعالیٰ کی تجلی و مشاہدہ	۱۴
۸۔	حدیث اختلاف اُمتی سورۂ شوریٰ کی روشنی میں	۱۶
۹۔	رخصتی کے وقت ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر	۱۸
۱۰۔	اسلام اور امن و امان کی تلقین	۲۱
۱۱۔	ہمارے بچوں کی تعلیم کیسی ہو؟	۲۳
۱۲۔	میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟	۲۵
۱۳۔	عید الفطر کے احکام و مسائل	۲۷
۱۴۔	احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کی سہ ماہی میٹنگ	۳۰
۱۵۔	خبریں اخبارات کے آئینے میں	۳۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ

اداریہ

قارئین حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ادارہ ماہنامہ ''چودھویں صدی'' کی جانب سے قارئین کی خدمت میں عید مبارک۔ جس وقت یہ پرچہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا اس وقت مسلمانان عالم عیدالفطر کی خوشیاں منارہے ہونگے اس خوشی اور مسرت کے موقع پر آپ کی نگاہ دنیا کے ان بڑے بڑے سیاسی کھلاڑیوں پر بھی پڑے گی جو الگ الگ ملکوں میں سرکاری **عید ملن** کا پروگرام مسلمانوں کو موہنے اور انہیں لبھانے کے لئے کرر ہے ہوں گے۔ اس طرح کے پروگراموں کا انعقاد کر کے وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی دشمنی اسلام سے ہرگز نہیں ہے بلکہ وہ تو ان لوگوں کو سزا دینا چاہتے ہیں جنہوں نے اسلام کی اصل شکل کو مسخ کیا ہے۔ اور اس کا نام انہوں نے ''اسلامی دہشت گردی'' رکھا ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ ایسے سیاسی قلابازوں سے ہوشیار رہنا چاہئے اور ایسے لوگوں کے خلاف ہماری یہ جدوجہد ہونی چاہئے اور احتجاج ہونا چاہئے کہ اسلام جیسے امن پسند اور عالمگیر مذہب کو دہشت گردی سے کیونکر جوڑا جاسکتا ہے۔ دہشت گرد کا تو کوئی مذہب نہیں ہوتا اور نہ ہی دنیا میں کوئی ایسا مذہب ہے جو دہشت گردی یا انسان کشی کی تعلیم دیتا ہو۔ یہ تو ایک عالمی مسئلہ ہے۔ دہشت گرد فقط مسلمان قوم میں پیدا ہوجانے یا مسلمان کہلانے سے مسلمان نہیں ہوجاتا بلکہ اس کا ماننا اور اسلامی قوانین پر چلنا ضروری ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جو اسلامی قوانین کا پابند ہوگا وہ تو امن کا پجاری ہوگا وہ کبھی بھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا۔ کیا وہ لوگ مسیحیوں کے ذریعہ پھیلائے گئے دہشت گردانہ قدم کو ''مسیحی دہشت گردی'' کہتے ہیں؟ فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی دہشت گردی کو ''یہودی دہشت گردی'' کا نام دیا جاتا ہے؟ بابری مسجد کو شہید کرنے والی فسطائی طاقتوں اور گجرات میں مسلمانوں کا نسل کشی کرنے والوں کو ''ہندو دہشت گردی'' سے تعبیر کیا جا رہا ہے؟

اسلام پر انگلی اٹھانے سے پہلے انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی مذہبی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے کو سخت ناپسند فرمایا ہے اسلام ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل تصور کرتا ہے اور ایک انسان کے تحفظ کو پوری انسانیت کے تحفظ سے تعبیر کرتا ہے پھر کوئی ''صحیح الدماغ مسلمان'' دہشت گرد کیسے ہوسکتا ہے؟ امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ ہو یا بھارت میں پارلیمنٹ پر حملہ اس کی سخت مذمت کی جانی چاہئے۔ اور ساتھ ہی تمام دنیا کے امن پسند اور انصاف پسند لوگوں کو عراق پر امریکی حملہ کی بھی اسی طرح مذمت کرنی چاہئے، فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیلی ظلم وبربریت کے خلاف آواز اٹھانا بھی ضروری ہے۔ اکشر دھام مندر اور رگھوناتھ مندر پر دہشت گردانہ حملہ غلط ہے۔ لیکن گجرات میں مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے والے وزیر اعلیٰ نریندر مودی کو وزیر اعظم اور وزیر داخلہ کا کلین چٹ دینا بھی کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

ایک بات ذہن نشین کرنے کی یہ ہے کہ جہاں اسلام دشمن عناصر نے اسلام کا نام دہشت گردی سے ایک خاص ناپاک مقصد کے لئے جوڑا ہے (مگر افسوس کہ) وہیں مسلمانوں نے اسکا مؤثر جواب نہیں دیا ہے۔ اور بدنصیبی یہ ہے کہ جو لوگ اس کا مؤثر جواب دینے میں سرگرم وسرگرداں ہیں علماء نے انہیں کفر کا فتویٰ دیگر مسلم عوام کو ان سے دور کر دیا ہے۔ یاد رکھیئے غیر مسلموں کی ایک بہت بڑی تعداد اب بھی مخلص اور انصاف وامن پسندوں کی ہے۔ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم اسلام کی دعوت ان تک پہنچائیں یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہمارے قلوب آپسی نفرتوں سے پاک ہو اور ایسی بھائی چارگی قائم ہو کہ ہم بلالحاظ مسلک وملت ایک ہو کر اسلام کے پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں اور ہر کلمہ گو کو اپنا بھائی تصور کریں۔ کیونکہ مغرب کا یہ حملہ سیدھے اسلامی تہذیب پر حملہ ہے۔ قوت کی شکست کی تو پھر بھی بھرپائی ممکن ہے تاتاریوں سے اس کا واسطہ اُمت اسلامیہ کو پڑ چکا ہے اس کے زخم ابھی بھرے بھی نہیں تھے کہ مغرب کا تہذیبی حملہ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن یہ تہذیبی حملہ جسے مغربی اقوام نے اپنایا ہے اور ان کی دیکھا دیکھی اب مسلم دشمن عناصر نے اپنانا شروع کر دیا ہے۔ اس کا دفعہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم خود اسلام کے آفاقی تعلیم سے لیس ہو کر میدان عمل میں اُتر آئیں۔ اس لئے مسلمانوں کا باہمی اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

دُعا ہے کہ عید کی صبح آپسی میل محبت اور ملک وملت کے لئے امن وآتشی کا پیام بنے۔

☆☆☆

ایمان بالغیب اور روزہ

مکرم میاں نصیر احمد فاروقی

یایھاالذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے اوپر روزہ رکھنا فرض کردیا گیا، جس طرح ان پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔

ایمان بالغیب

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ روزہ جیسے اہم مسئلہ کو چار پانچ آیات میں نہایت سادہ الفاظ میں بیان فرما دیا ہے۔ یہ ہے اصل معنوں میں فصاحت اور بلاغت نہ کہ جیسا کہ اکثر لستان لوگ کرتے ہیں جہاں ایک لفظ سے معنے نکلتے ہیں وہاں پانچ چھ الفاظ کی بھرمار ہو اور ایسے ثقیل اور دقیق الفاظ استعمال کئے جائیں کہ سامعین کے کچھ پلے نہ پڑے اور یوں وہ مرعوب ہوکر ان کے علم و فضل کو سراہیں۔

پہلی یہ بات فرمائی کہ یا یھاالذین اٰمنوا "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" اس میں ایک سیدھی سی بات فرمائی کہ جب کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اس کی بات کو بلا چون چرا مانو۔ یہ کیا ہے کہ اللہ پر ایمان کا دعویٰ بھی ہے مگر اس کے کہنے پر عمل نہیں۔ مشکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب میں ہے۔ سامنے ہوتا تو پھر دیکھتا کہ انسان اس کی ہر بات کو کیسے نہ مانتا۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں اپنے آپ کو پردۂ غیب میں رکھا ہے۔ اس نکتہ کو میں بارہا بیان کر چکا ہوں اور وہ میرا آج کا مضمون نہیں۔ آج کا مضمون تو روزہ ہے۔

مگر مشکل یہ ہے کہ نہ صرف بھوکا پیاسا رہنا اور وہ بھی اس گرمی میں مشکل ہوتا ہے۔ (اور پھر راتوں کو اٹھنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہوتا ہے) بلکہ دوسری طرف روزہ کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ ایک دیندار انسان کو نظر آسکتا ہے مگر ایک دنیادار کو بالکل نظر نہیں آتا۔ اب تو ڈاکٹر روزہ کے طبی فوائد بتاتے ہیں مگر ان کی خاطر کوئی دنیادار اس مہینہ بھر کے چلہ کو کھینچنے کو تیار نہیں۔ روزہ کا جو دینی فائدہ بتایا جاتا ہے یعنی تقویٰ کو پانا تو وہ بھی ایسی چیز نہیں جو کہ ایک دنیادار کو نظر آئے۔

سو میں ایک دنیادار انسان کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ دنیا کا بھی کوئی کام نہیں کرتے جو ایمان بالغیب پر مبنی نہ ہو۔ مثلاً ایک تاجر ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں روپے کے سودے کرتا ہے تو کیا اس کا منافع اس وقت اسے ٹھوس رنگ میں نظر آرہا ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ بعد میں بعض وقت سخت نقصان ہوجاتا ہے بلکہ دیوالیہ نکل جاتا ہے تو انسان اپنے تمام دھندے بیوپار اس ایمان بالغیب پر کرتا ہے کہ اسے منافع ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص اپنی پیاری بیٹی کا رشتہ کرتا ہے تو اس ایمان بالغیب پر کہ وہ ہنسی خوشی، کامیاب زندگی گزارے گی۔ اگر وہ دیکھ سکتا کہ اس کی لڑکی ساری عمر دکھی اور غمزدہ رہے گی۔ یا خاوند کے ہاتھوں نالاں تو وہ رشتہ کبھی کوئی ماں باپ کرتے؟

آج دنیا دن رات ہوائی جہاز کے سفر کرتی ہے اور وہ اس ایمان بالغیب پر کرتی ہے کہ وہ اپنے منزل مقصود پر بخیریت پہنچ جائے گی۔ اگر پہلے سے نظر آجاتا کہ ہوائی جہاز کو آگ لگ جائے گی۔ یا وہ گر کر تباہ ہوجائے گا یا ہائی جیک (اغوا) ہوجائے گا تو وہ مسافر سفر کرتے؟ اسی طرح تمام دنیا دن رات دوائیاں کھاتی اور آپریشن کراتی ہے اس ایمان بالغیب پر کہ ان سے شفا ہوگی یا صحت میں ترقی ہوگی۔ اگر پہلے سے نظر آجاتا کہ ان دوائیوں سے نفع تو کیا ہونا ہے یا تھوڑا بہت ہوا بھی تو نقصان زیادہ ہوجائے گا یا ان سے یا آپریشن سے مریض مرجائے گا تو کیا کوئی وہ دوا کھاتا یا آپریشن کراتا؟ اسی طرح دنیا دن رات موٹروں، بسوں، موٹر سائیکلوں اور اسکوٹروں پر پھرتی ہے اس ایمان بالغیب پر کہ بخیریت اپنی منزل کو پہنچ جائے گی۔ اگر پہلے سے نظر آجاتا کہ حادثہ ہوجائے گا اور ہاتھ بازو ٹوٹنے کے علاوہ موت تک آجائے گی تو کیا دنیا اس طرح دن رات گردش میں رہتی۔؟

عملی ترقیات

اسی طرح تمام سائنس کی ترقیات ایمان بالغیب پر ہوئی ہیں سب کو معلوم ہے کہ اس زمانہ کی سائنٹیفک ترقیات کی ابتداء سر ایزک نیوٹن کے اس

واقعہ سے ہوئی کہ وہ ایک دن باغ میں بیٹھا کتاب پڑھ رہا تھا کہ ایک سیب کے درخت سے سیب پٹ کر کے اس کے آگے گر پڑا۔ تو اس کے دماغ میں خیال آیا کہ یہ سیب نیچے کیوں گرا؟ کیونکہ زمین تو لٹو کی طرح اپنے محور پر گھوم رہی ہے اور اس کی وجہ سے اس سیب کو ہوا میں اوپر کی طرف جانا چاہئے تھا تو اسے ایمان بالغیب پیدا ہوا کہ کوئی مخفی طاقت ہے جو چیزوں کو نیچے کی طرف گھسیٹتی اور زمین پر قائم رکھتی ہے اور یوں کشش ثقل کا پتہ لگا جو آج بھی دنیا کی چار بنیادی طاقتوں میں سے ہے اور اس انکشاف سے اور انکشاف ہوتے چلے گئے جن کی وجہ سے نیوٹن موجودہ زمانہ کی سائنس کی ترقیات کا بانی مبانی بنا۔

اسی طرح تمام سائنس کی حیرت انگیز ترقیات ایمان بالغیب سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس زمانہ میں ایٹم اور اس کو چھوڑ کر جو ایک نئی عظیم الشان سائنس کی بنیاد پڑی ہے اور اس ایٹم کے اندر ایک کائنات بسی معلوم ہوتی ہے تو آپ میں سے اکثر کو معلوم نہیں کہ ایٹم اتنی چھوٹی چیز ہے کہ انسان کی آنکھ تو اسے کیا دیکھتی، تیز سے تیز خوردبین تک اسے دیکھ نہیں سکتی۔ ایٹم کا پتہ یعنی اس کی موجودگی کا علم صرف قرائن سے ہوتا ہے۔ گویا ایٹم کی ہستی پر ایمان بھی ایمان بالغیب اور ایٹم کے اندر جو کائنات بسی ہوئی ہے اس کا پتہ تو بالکل ایمان بالغیب سے ہوا۔ اور اس ایمان بالغیب پر ہی وہ حیرت انگیز انکشافات اور ترقیات ہوئی ہیں جن سے ایک نئے زمانہ ATOMIC AGE کی ابتدا ہوتی ہے۔

روحانی معاملات میں ایمان بالغیب

تو جب دنیا کے تمام کام کاج اور علوم کی ترقیات اور انسان کی دنیاوی ترقیات ایمان بالغیب سے ہوئیں اور ہوتی ہیں تو دینی یا روحانی معاملات میں کیوں ایمان بالغیب پر اعتراض کیا جائے؟ ایک ڈاکٹر کے کہنے پر تو ہم ایمان بالغیب لاکر دوا کھاتے اور آپریشن تک کرا لیتے ہیں حالانکہ ڈاکٹر ایک معمولی انسان ہوتا ہے اور اپنے علم میں یا تشخیص میں ہزار بار ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کہ وہ کبھی غلطی نہیں کھا سکتا یا اس کا علم کبھی ناقص نہیں ہوسکتا تو ہم کیوں ایمان بالغیب لاکر اس پر عمل نہیں کرتے؟ چلئے صاحب اللہ تعالیٰ تو نظر نہیں آتا۔ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جنہوں نے روزہ کو اپنے باطنی تزکیہ اور تقویٰ کے لئے اس قدر ضروری اور مفید پایا کہ انہوں نے مہینہ بھر تو کیا لمبے لمبے عرصہ تک متواتر روزے رکھے اور ان کے فوائد ان لوگوں کی زندگیوں میں، ان کے کردار میں۔ ان کے اعمال میں دوسروں کو بھی نظر آ گئے تو کیا ان کی گواہی کافی نہیں کہ روزہ نہایت مفید اور ضروری چیز ہے، یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اپنی صداقت اور راست گوئی کی وجہ سے مانے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ لاکھوں نہیں کروڑ ہا کروڑوں اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کا بھی یہی تجربہ ہے کہ روزہ اپنے نفس کو قابو میں لانے اور باطنی پاکیزگی کے لئے نہایت مفید چیز ہے۔ اور ایسے لوگ آج بھی ہمارے آگے گواہ موجود ہیں تو کیا اتنی زبردست گواہی اور تجربہ کے بعد گواہی اور دوسروں کو بھی نظر آ جانے والے فوائد کافی ترغیب نہیں کہ روزہ رکھا جائے۔

اسلام کا روزہ

کہا جاسکتا ہے کہ صاحب صرف اسلام میں ہی مہینہ بھر کا روزہ ہے۔ اگر تمام انبیا نے بھی روزہ کے چلے کئے تو انہوں نے کیوں نہ اپنی قوموں کو اتنے لمبے روزہ رکھنے کی تلقین کی؟ یا اللہ تعالیٰ کیوں ان قوموں پر مہینہ بھر کے روزے فرض نہ کئے جو آج کل صرف تین دن کے روزے ایسٹر کے موقع پر رکھ لیتے ہیں جیسے کچھ عیسائی پادری صاحبان رکھ لیتے ہیں۔ یا صرف چند غذا کی چیزیں چھوڑ کر اسے روزہ کہتے ہیں جیسا کہ ہندو کرتے ہیں۔

قربان جایئے قرآن کریم پر کہ وہ کسی بات کا جواب دئے بغیر نہیں رہتا، ارشاد ہے:۔

كما كتب على الذين من قبلكم

"جیسا کہ روزے فرض کئے گئے تھے ان قوموں پر جو تم سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔"

اس میں صاف فرمایا کہ پہلی قوموں پر بھی مہینہ بھر کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ مگر انہوں نے جہاں اپنی کتابوں کو گم کر دیا یا تحریفیں کر ڈالیں وہاں ان کے نہ ہونے کا فائدہ اٹھا کر روزے بھی یا تو سرے سے اڑا دئے یا کم کر ڈالے۔ باوجود دوسری قوموں کے موجودہ رویہ کے توریت اور انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں چالیس، چالیس دن تک برابر روزے رکھتے تھے اور مہاتما بدھ نے تو روزے رکھ کر اپنے بدن کو بالکل ہڈی اور چمڑا بنا لیا تھا جیسا کہ ان کے مجسموں سے صاف نظر آتا ہے۔ تو قرآن پاک نے مسلمانوں کو کہا کہ پچھلی قوموں نے روزہ کی بے قدری کی تم ایسا نہ کرنا۔ اور چونکہ قرآن کریم واحد الہامی کتاب ہے جو محفوظ رہی اسی لئے اسلام واحد مذہب ہے جس میں روزہ اپنی اصلی شکل میں موجود ہے۔

☆☆☆

سورہ فاتحہ کی دعا تقاضائے فطرت ہے

محمد ارشد قاسمی

آداب دعا

سورہ فاتحہ ایک دعا ہے اس میں خدا کو مخاطب کر کے انسان کو دعا کرنا سکھایا گیا ہے ایاك نعبد وایاك نستعین جمع متکلم کا صیغہ انسان کے لئے ہی ہے۔ اس دعا میں انسان کو تعلیم دی جارہی ہے کہ وہ کس طرح جناب الٰہی کو مخاطب کر کے دعا کرے۔ یہ کس قدر جناب الٰہی کی غریب نوازی اور بندہ پروری ہے کہ انسان کو دعا کا طریق خود ہی سکھادیا۔ اگر جناب الٰہی میں دعا کرنا ایک بڑی ضروری چیز ہے اور یہی وہ کڑی ہے جو بندہ کو خدا سے جوڑتی ہے تو سب سے پہلے کیا یہ ضروری نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو دعا اور اس کے طریق آداب سکھاتا۔ قرآن تو ایک ایسی کتاب ہے جو بندہ کو ہر ایک قسم کی ہدایت کی تعلیم دیتی ہے۔ دعا جیسی اہم چیز اور خدا جیسی وراء الوراء ہستی، انسان تو قطعاً ناقابل تھا کہ وہ اس عالی شان ہستی کے حضور میں عرض مدعا کرنے کے آداب جانتا۔ یہاں دنیا کے معمولی بادشاہوں اور حاکموں کے دربار میں عرض مدعا کرنے کے خاص طریق اور آداب ہوتے ہیں تا کہ ایک ناواقف انسان عرض مدعا کرتے وقت اپنی لاعلمی کی وجہ سے آداب شاہی کو نظرانداز نہ کردے، اور کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھے جو تعظیم اور صحیح خطاب کے مخالف ہو جناب باری احکم الحاکمین کے دربار میں بندہ ہیچمداں جب کچھ عرض کرنے کے لئے کھڑا ہو تو کیا یہ ضروری نہیں کہ اس سرکار عالی کو صحیح طور پر خطاب کرنے اور اپنے عرض مدعا کرنے کے آداب اسے سکھائے جائیں۔ اسی غرض کو سورہ فاتحہ کے ذریعہ پورا کیا گیا ہے۔ اس میں تعلیم دی گئی ہے کہ کن صفات اور تعریف کے ساتھ جناب باری تعالیٰ کو مخاطب کیا جائے اور اس سرکار عالی سے اپنا تعلق کیا جائے اور کس طرح جتایا جائے، اور وہ کیا اہم مدعا ہے جسے اس آستانہ الوہیت پر پیش کرنے کے لئے بندہ کو بار بار اس چوکھٹ پر گرنے کی ضرورت ہے۔

قرآن اور سورہ فاتحہ

پس سورہ فاتحہ ایک ایسی دعا ہے جسے انسان کو اللہ تعالیٰ نے سکھلائی اور یہ دعا بھی وہ دعا ہے جس کے بغیر نہ تو مقصد تخلیق انسانی حاصل ہوسکتا ہے اور نہ وحی الٰہی کی ضرورت ثابت ہوسکتی ہے اسی لئے اس کو قرآن کے شروع کرنے سے قبل رکھا گیا۔ گویا اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ قرآن کا نزول اسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے یعنی اگر اس دعا کا وجود نہ ہوتا تو قرآن ہی نازل نہ ہوتا۔

میرا مطلب اس طرح زیادہ واضح ہوسکتا ہے کہ پہلے آپ دعا کو سمجھ لیں کہ دعا کیا چیز ہے۔

دعا کیا چیز ہے

دعا فطرت صحیحہ کا ایک تقاضہ لابد ہے ہر ایک انسان بچہ سے لے کر بوڑھے تک اور غریب سے لے کر امیر تک اور جاہل سے لے کر عالم تک اپنے علم یا طاقت کی کوتاہی پر اپنے سے زیادہ عالم یا طاقت رکھنے والے سے استمداد کرتا ہے۔ یہی اصل دعا کی بنیاد ہے اور یہ ایک فطرت ہے جس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں۔ ایک بچہ جب کسی بوجھل چیز کو اٹھا نہیں سکتا تو رو کر اپنے باپ کی طرف دیکھتا ہے یعنی باپ سے استمداد کرتا ہے۔ باپ اس کی طاقت کی کمی کو دیکھ کر اسے وہ چیز اٹھا دیتا ہے اسی طرح بچہ بار بار مختلف چیزوں کی نسبت اپنے باپ سے سوال کرتا رہتا ہے اور باپ اپنے علم سے اس کے علم کی کمی کو پورا کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح ایک بیمار جب اپنے مرض کی تشخیص نہیں کرسکتا تو وہ ڈاکٹر سے استمداد کرتا ہے۔ یعنی اپنی کمی علم کی تلافی اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے سے کرانا چاہتا ہے۔ ایک شخص اگر ایک بوجھ کو خود نہیں اٹھا سکتا تو وہ اپنے سے زیادہ طاقت ور شخص سے استمداد کرتا ہے ایک شخص اگر خود اپنی طاقت سے دشمن کے مقابلہ میں اپنی حفاظت نہیں کرسکتا تو وہ پولیس یا حاکم وقت سے جو اس سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں استمداد کرتا ہے۔ اسی طرح جب ایک عقلمند انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ باوجود ڈاکٹر سے استمداد کرنے کے اس کی دوائیں اس کے اوزار اس کا علم سب ایک حد تک مرض پر اثر ڈالتے ہیں اور اس سے آگے قدرت کے قوانین کے سامنے کچھ اور نہیں چلتا۔ کیونکہ نہ اس کا علم ہر ایک دقیقۂ قدرت

پر حاوی ہے۔ نہ ہر ایک باریک در باریک اور مخفی در مخفی اسباب پر اسے قدرت حاصل ہے، تو وہ اس قادر مطلق اور عالم کل کے آستانہ پر استمداد کے لئے گرتا ہے۔ جس کا علم ہر چیز پر حاوی اور جس کی قدرت ہر بات پر حکومت کرتی ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص دیکھتا ہے کہ حالات ایسے جمع ہیں کہ نہ پولیس اس کی کچھ مدد کرسکتی ہے نہ حاکم ہی کچھ بنا سکتا ہے تو وہ پھر اس احکم الحاکمین سے استمداد کرتا ہے جس کی حکومت ذرہ ذرہ پر محیط ہے۔

فطرت کا تقاضائے لابد

غرض کہ دعا فطرت کا تقاضائے لابد ہے۔ کون انسان ہے جو اپنی کمیٔ علم یا طاقت کی کوتاہی کو دیکھ کر اپنے سے بڑھ کر صاحب علم اور صاحب قدرت ہستی کی طرف رجوع نہیں کرتا فرق صرف دور بینی اور معرفت کا ہے۔ مادہ پرست انسان کی استمدادی چیزوں تک محدود رہ جاتی ہے اور ایک عارف کا استمداد اس سے آگے بڑھ کر خدا تک پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ وہ شروع سے ہی اس مسبب الاسباب اور قادر مطلق سے ہی استمداد کرتا ہے اور اسباب دنیوی کو اس کی طرف سے سمجھتا ہے اور ان سے کام لینے میں درحقیقت وہ اس وقت اس فضل کو تلاش کرتا ہے جس کا اصلی منبع جناب الٰہی ہے گویا جن اسباب سے وہ کام لیتا ہے۔ درحقیقت انہیں وہ ایک دروازہ سمجھتا ہے جس راہ سے فضل ربی کو آنا ہے۔ پس اس کی استمداد محض جناب باری تعالیٰ سے ہوتی ہے نہ کہ کسی اسباب دنیوی سے۔ وہ اسباب دنیوی کو محض ایک خادم کی صورت سے دیکھتا ہے۔ وہ بیمار ہوتا ہے تو اپنے رب سے شفا کی درخواست کرتا ہے۔ اور پھر ایک ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے کہ شاید وہ فضل جو میں نے اپنے رب سے مانگا تھا اسی راہ سے آتا ہو۔ اسے ایک ظالم ستاتا ہے تو وہ اپنے رب سے مانگتا ہے اور پھر ایک حاکم کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے کہ شاید وہ پناہ اور امن جو جناب الٰہی سے مانگا تھا اس کے آنے کا دروازہ یہی ہو۔ پس جناب باری تعالیٰ سے یہی استمداد دعا کہلاتی ہے جس سے کوئی عقل مند انکار نہیں کرسکتا۔

حصول خلافت الٰہی کا راستہ

انسان جس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا تھا یعنی خلافت الٰہی، اس کا حصول دنیا کی پیچیدگیوں اور نیرنگیوں میں کوئی آسان کام نہ تھا۔ قدم قدم پر ٹھوکر اور لغزش کا خطرہ اور ہر پیچ پر مختلف راہیں تھیں انسان حیران تھا کہ کدھر جائے، اور کون سی راہ اختیار کرے، جس سے مورد انعام الٰہی اور خلافت کا وارث ہو اور ہلاکت اور تنزل اور ذلت وضلالت سے بچ جائے۔ اس کوتاہی اور کمی طاقت کا فطرتی تقاضہ تھا کہ انسان جناب الٰہی سے استمداد اعانت کرتا کہ اسے صراط مستقیم بتائی جائے جس پر چل کر وہ اپنے مقصد تخلیق کو حاصل کرسکے۔ لیکن غفلت کے پردے اس قدر زبردست اور خواہشات کی بھول بھلیاں اس قدر دلچسپ تھیں کہ ایک عامی مجوب انسان سے خود اپنی فطرت اپنی نگاہ سے مخفی ہوگئی تھی۔ وہ بھول ہی گیا تھا کہ میں کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ مگر ایسے قلوب صافی تھے۔ جنہون نے اس کمی علم اور کوتاہی طاقت کو محسوس کرکے آستانہ الوہیت پر اس خشوع وخضوع اور تضرع وزاری سے صراط مستقیم کے لئے ہدایت طلب کی مشیت الٰہی نے اپنے علم کامل سے انسانی علم ناقص کی کمی پورا کیا اور ان کے قلب پر وحی کے ذریعہ علم الٰہی کا نزول فرمایا، اس طرح ان قلوب صافی رکھنے والے کاملین زمانہ نے خدا سے اس صراط مستقیم کو پاکر جس پر چل کر تخلیق انسانی کا مقصد پورا ہوتا اور انسان خلافت الٰہی کا وارث ٹھہرتا ہے، نوع انسان کو اس کی طرف ہدایت کی، ان پاک اور مطہر انسانوں میں سے بڑھ کر محمد رسول اللہ ﷺ کی روح تھی۔ جس کی تضرع وزاری اور استمداد واستعانت نے جناب باری سے قرآن جیسا مکمل ہدایت نامہ پایا جس نے صراط مستقیم کو اس طرح واضح اور روشن کیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ تھا۔

فاتحہ کو شروع میں رکھنے کی غرض

پس جب قرآن کا نزول دعائے فطرت انسانی کے تقاضا پر تھا تو ضرور تھا کہ قرآن شروع کرنے سے قبل اس دعا کو رکھا جاتا وہ اس بات پر حجت ہوئی کہ وحی کا نزول انسان کے تقاضا فطرت کو پورا کرنے کے لئے ہے یعنی انسان کی فطرت اپنی کوتاہی علم اور کمی طاقت کو محسوس کرکے جو خدا سے صراط مستقیم کا صحیح علم اور کامیابی کی طاقت چاہتی تھی اس تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی لئے سورہ فاتحہ کے بعد ہی جب قرآن شروع ہوتا ہے تو ان آیات سے شروع ہوتا ہے کہ:۔

الٓمٓ ۝ ذالك الكتاب لاريب فيه هدىً للمتقين

یعنی اے انسان جو صراط مستقیم کی ہدایت کا طلب گار ہے میں اللہ کامل علم رکھنے والا اپنے علم سے تجھے خبردار کرتا ہوں کہ یہ کتاب وہ ہے جو بلاشک وشبہ تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے مکمل ہدایت نامہ ہے پس جس ہدایت کا تو طلب گار تھا وہ اس کتاب کے ذریعہ تجھے عطا کی گئی۔

☆☆☆

ایک روحانی معلم اور فلاسفر میں بنیادی فرق

(حضرت امام الزماں مرزا غلام احمدؒ کی روحانی قوت کی ایک جھلک)

مکرم میاں بشارت احمد بقا صاحب لاہور

امام الزماں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جہاں یہ دلی تڑپ رکھتے تھے کہ چاردانگ عالم میں اسلام کا بول بالا ہو۔ وہاں یہ بھی آپ کی دلی آرزو تھی کہ ایک جماعت عالم وجود میں آجائے جس کے چہرے پر اسلامی اخلاق و کردار کی صداقتیں ضوفشاں ہوں اور وہ جماعت دین حقہ کی صداقت پر جہاں ایک زندہ دلیل ہو۔ وہاں وہ اعدائے اسلام پر حجت قاطعہ بھی ہو۔ ایک روحانی معلم اور فلاسفر میں یہ نمایاں فرق ہوتا ہے کہ معلم ربانی جو کہتا ہے اس پر پہلے عمل پیرا ہوتا ہے اور اپنی ذات میں اپنے قول کی عملی تصویر پیش کرتا ہے مگر فلاسفر کی ذہانت و ذکاوت اور دانائی محض تحریر وتقریر تک محدود ہوتی ہے۔ اس کی اپنی زندگی ضروری نہیں کہ اس کے قول سے مطابقت رکھتی ہو۔ چنانچہ معلم ربانی اپنی قوم کا امام اور پیشوا ہوتا ہے اور اس کے قول و فعل میں کوئی شخص کسی تضاد کی نشاندہی نہیں کرسکتا، لیکن کوئی فلاسفر عملی صورت میں اپنی قوم کا لیڈر نہیں بن سکتا کیونکہ جو کچھ وہ تعلیم اور پیغام دیتا ہے اور جو پُر حکمت کلمات وہ اپنے منہ سے نکالتا ہے ان سے ان کا اپنا دامن عمل تہی ہوتا ہے اور وہ اپنے عمل سے کوئی اخلاقی اور معاشرتی انقلاب نہیں لاسکتا۔ لیکن اس کے برعکس ایک عالم ربانی کا یہ کمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے انفاس طیبہ اور قوت قدسی سے اخلاقی اور روحانی بیماروں کو شفا بخشتا ہے اور ایک ایسے پاکیزہ معاشرہ کی تخلیق کرتا ہے جس کا ہر فرد اپنے اخلاق و کردار کے لحاظ سے قابل تقلید نمونہ بن جاتا ہے۔

اسلام محض چند اخلاقی اور روحانی اصولوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جو انسانی معاشرہ کے ہر شعبہ اور افراد کی اجتماعی اور انفرادی زندگی پر کماحقہ احاطہ کئے ہوئے ہے۔ نبی برحق رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنی عین حیات میں اسلامی معاشرہ قائم فرمایا اور اس معاشرہ کو جن اصولوں پر استوار فرمایا۔ ان پر سب سے پہلے حضور ﷺ خود عمل پیرا ہوئے۔ حلقہ بگوش اسلام ہونے والے خوش نصیبوں نے آپ کے پاک نمونہ کی پیروی کی اور زمین پر رہتے ہوئے ایسے سربلند ہوئے کہ ملائکہ بھی ان کی عظمت پر عش عش کرنے لگے۔ تمام اخلاقی اور سماجی برائیاں یکسر سمٹ گئیں اور تمام اصحاب رسول ﷺ فرشتہ صفت بن گئے اور ان کے پاک نمونہ کو دیکھ کر شقی القلب دشمنوں کے دل پگھل گئے اور باطل سے توبہ کرکے حق کے آگے سرنگوں ہوگئے اور آسمان نے پھر وہ ایمان افروز نظارہ دیکھا کہ کس طرح اطراف و اکناف سے مشرکین اور اہل کتاب فوج درفوج اسلام میں داخل ہورہے ہیں اور اس طرح قرآنی تعلیم کی صداقت اور حقانیت پر مہر ثبت کردی۔

اس اسلامی انقلاب کا اثر صدیوں تک قائم رہا اور اسلامیوں کا اخلاق و کردار مدت مدید تک مشعل راہ رہا اور اسلام کا دائرہ روز بروز وسیع تر ہوتا رہا۔ لیکن جونہی ان کے ایمان و ایقان میں کمزوری پیدا ہوئی ان کے معاشرہ میں گوناگوں خرابیاں پیدا ہونی شروع ہوگئیں۔ خداپرستی کی جگہ دنیا پرستی نے لینی شروع کردی۔ اخلاص، ہمدردی وغمگساری، اخوت و مؤدت کی بجائے عوام خود غرضی، بے مہری، عہد شکنی کی طرف مائل ہوئے اور امور دنیا میں امانت و دیانت اور راستی ختم ہوتی گئی۔ وہ لوگ جو پیکر صدق و صفا اور آئینہ مہر و وفا تھے دنیا میں خال خال رہ گئے۔ اسلام کے لئے جینے اور مرنے والے ختم ہوتے گئے اور ان کی جگہ دنیا کے لئے مرنے اور جینے والوں نے لے لی۔ پہلے جہاد اسلام کے لئے ہوتا تھا۔ پھر تلواریں محض دنیا کے لئے چلنے لگیں، سلاطین نے دینی اغراض و مقاصد سے ہٹ کر ملک گیری اور ناموری کے لئے معرکہ آرائیاں کیں اور غیروں کے بجائے اپنوں کی گردنیں کاٹی جانے لگیں اور وہی قوم جو کسی زمانے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط اور ناقابل شکست تھی اسلامی اخلاق سے تہدست ہوتے ہی ریزہ ریزہ ہوگئی۔ اور دشمنوں نے متحدہ یلغار کرکے ان کی سیاسی قوت کا خاتمہ کردیا اور انہیں اپنا مطیع و محکوم بنا کے دم لیا۔

اس سیاسی زوال کا پس منظر مختصراً اوپر بیان کیا گیا ہے کوئی میری بات قبول کرے یا نہ کرے میرا تجزیہ یہی ہے کہ مسلمان اسلامی تعلیمات سے عملاً غافل ولا پرواہ ہو کر دنیا میں ذلیل وخوار ہوا۔ اگر خدا تعالیٰ کی ہستی پر اور اس کی طاقتوں اور قدرتوں پر اس کا ایمان مضبوط رہتا تو زوال وانحطاط کی نحوست اس کے قریب تک نہ پھٹکتی۔ دوسری طرف عیسائی اقوام نے عیسائیت کے اصولوں سے انحراف کر کے چار دانگ عالم میں سیاسی غلبہ حاصل کیا۔ مغربی اقوام جو مذہباً عیسائی تھیں مشرقی دنیا پر چڑھ دوڑیں اور سیاسی تسلط حاصل کرتے ہی اس کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی غرض سے اپنے مذہب کا پرچار کرنے لگیں۔ عیسائی پادریوں نے اسلام پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دئے۔ اور اسلام سے ناآشنا عوام کے ایمان پر ڈاکے ڈال کر انہیں حلقہ بگوش عیسائیت کرنا شروع کر دیا۔

ایسے پُر آشوب دور میں حضرت مرزا صاحب نے آنکھ کھولی اور ایسے ہی اذیت ناک ماحول میں جوانی کو پہنچے اور اپنے ہموطن اسلامیوں کو بے پناہ مصائب میں محصور پایا۔ آپ نے دلائل عقلی و نقلی سے دین حقہ کی صداقت ثابت کرنی شروع کی اور خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے مزین اور اس کی تائید اور نصرت پا کر ایسے جلالی نشان دنیا میں دکھائے جن سے ہمارے نبیوں کے سردار پاک محمد ﷺ کا لایا ہوا دین کل ادیان عالم پر غالب آتا دکھائی دینے لگا۔ اگرچہ نظری و فکری طور پر اس معرکہ حق و باطل میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بے مثال کامیابی اور فتح عظیم عطا فرمائی۔ جس کو دیکھ کر آپ کے ہمعصر مشاہیر نے آپ کو فتح نصیب جنرل کا خطاب دیا۔ تاہم آپ نے اپنے مشن کو اس وقت تک ادھورا خیال کیا۔ جب تک آپ کے اردگرد ایسے لوگوں کا اجتماع نہیں ہو جاتا جو اپنے اخلاق و کردار، امانت، دیانت، شرافت و نجابت، تقویٰ و طہارت اور تعلق باللہ میں اسلامی تعلیمات کے صحیح معنوں میں علمبردار ہوں۔ چنانچہ آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے والوں سے جن شرائط پر آپ نے بیعت لینی شروع کی ان کے مطالعہ سے صاف طور پر عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا داروں اور نفس پرستوں کا ٹولہ نہیں بنانا چاہتے تھے، جنہیں وہ طلب زر اور طلب دنیا کے لئے آلہ کار بناتے بلکہ فی الواقعہ خدا پرستوں، عبادت گذاروں اور راست بازوں کی ایک فقید المثال جماعت بنانا چاہتے تھے جن پر قرآن پاک کی آیت ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر وا ولئك ھم المفلحون. قولاً فعلاً صادق آتی۔ ہر بیعت کنندہ پہلے اپنے تمام گذشتہ گناہوں سے توبہ کرتا اور

پنجگانہ نماز ادا کرنے اور حتی الوسع نماز تہجد کی پابندی کا وعدہ کرتا اور خدا اور رسولؐ کے احکام اوامر ونواہی پر پوری دیانت داری اور التزام سے عمل پیرا ہونے کا عہد کرتا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا آپ کے دست حق پرست پر عہد باندھتا، حضرت مجدد صد چہاردہم نے ہمدردی بنی نوع انسان اپنے ہر مرید کے لئے لازم قرار دی اور آپ عہد لیتے کہ بیعت کنندہ "عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے۔" آپ نے رنج وراحت عسر اور یسر اور نعمت وبلا کی ہر حالت میں خدا تعالیٰ سے کامل وفاداری کرنی اور یہ کہ بیعت کنندہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز سمجھے گا۔ لازمی قرار دیا۔

ان شرائط بیعت نے آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے والوں کی اخلاقی آبیاری میں سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ آپ نے اپنے احباب کو بار بار تلقین فرمائی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آپ کے پاس قادیان آیا کریں اور آپ کی صحبت میں بیٹھا کریں اور آپ کے کلمات طیبات سے مستفید ہوں۔ اور خدا تعالیٰ کے حکم کونوا مع الصادقین کے متابعت کرتے ہوئے اپنے امام کی قوت قدسی اور صحبت صالحہ سے خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی کریں۔ آپ نے اپنے مریدوں کے درمیان کبھی کوئی دیوار نہیں کھڑی کی قربان جایئے آپ کے اخلاق فاضلہ پر کہ اپنے بڑے سے بڑے مخالف اور معاند کے لئے بھی آپ کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے تھے اور ہر ایک کو آپ کی یہ دعوت عام تھی کہ ان کے پاس قادیان آکر قیام پذیر ہو اور اپنی آنکھوں سے آپ کے تمام خارجی وداخلی احوال کا مشاہدہ کرے اور اگر اس نے آپ کے عمل میں کوئی بات خلاف شرع اسلام نظر آئے تو بڑی خوشی سے اس کی تشہیر کرے۔ چنانچہ بعض لوگ دل میں بغض اور نفرت کے جذبات لے کر گئے، مگر چند روز کے مشاہدہ سے انہیں آپ کی صداقت نظر آگئی اور وہ "توبۃ النصوح" کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

آپ کی جماعت میں ہر طبقہ اور ہر سوسائٹی کے لوگ شامل ہوئے۔ علماء وفضلا بھی ہوئے اور نئی روشنی کے نوجوان بھی۔ حضرت مرزا صاحب کی توجہ روحانی کا کمال یہ تھا کہ ایسے نوجوان جو علوم جدیدہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور دنیاوی ترقی میں جن کے لئے سنہری مواقع تھے دنیا کو لات مار کر وہ دینی خدمت کے جذبہ سے سرشار ہو کر آپ کے قدموں میں ایسے آکر بیٹھے کہ پھر

ان کا جنازہ بھی وہیں سے اٹھا۔ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد اس خوبی سے نبھایا کہ آج وہ شہرت دوام کے مالک ہیں چنانچہ مشہور نو مسلم مترجم قرآن محمد مارمڈیوک پکتھانے حضرت مولانا محمد علیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "دی ریلیجن آف اسلام" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"کسی زندہ انسان نے اسلام کی تجدید کے لئے لاہور کے مولانا محمد علیؒ سے زیادہ قیمتی اور طویل خدمات انجام نہیں دیں........ یہ اسلام کی تصویر ایک ایسے شخص کے قلم سے ہے جو قرآن وسنت سے خوب واقف ہے جس کے دل میں پچھلی پانچ صدیوں کے اسلام کے انحطاط کا درد ہے اور جس کے دل میں اس کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک امید ہے جس کے آثار چاروں طرف نظر آنے لگے ہیں۔"

حضرت خواجہ کمال الدینؒ نے یوروپ میں اسلام کے جھنڈے گاڑ دئے اور اسلام کے بدترین دشمن مستشرقین اور پوادر کو شکست فاش دی تھی اور ان کے زہریلے پروپیگنڈہ کا رخ پھیر دیا۔

امور دنیا میں آپ کا ہر مرید امین وصادق نظر آتا تھا اور جھوٹ کا کبھی ایک کار بھی ان کے زبان سے نہیں نکلتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ احمدیوں نے اپنی راست گفتاری اور تقویٰ کے باعث عدالتوں میں نیک نامی حاصل کی اور سرکاری ملازمتوں، تجارت اور دوسرے کاروبار میں اپنے اخلاق فاضلہ پر کبھی آنچ نہ آنے دی۔ حضرت مرزا صاحب بار بار تحدی سے تاکید فرماتے تھے کہ قرآن کو اپنا دستور العمل بناؤ اور اسوہ حسنہ رسول مقبول ﷺ کی جی جان سے پیروی کرو کہ اسی میں سعادت دارین اور نجات ابدی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے ایک دفعہ یہ حلفیہ بیان دیا کہ جو کچھ مالی امداد ان کے مرید انہیں بہم پہنچاتے ہیں وہ تمام کی تمام نصرت دین اسلام پر صرف ہوتی ہے۔ اور اس میں سے ایک وصیلہ بھی اپنی ذات پر یا اپنی اولاد پر اور خاندان پر صرف نہیں کرتے بلکہ اپ[illegible] مصارف اپنی اراضی مزروعہ سے پورے کرتے ہیں آپ کے مرید اپنے ایمان میں اتنے مخلص تھے کہ دنیا کا مال ومنال تو الگ رہا اپنی جانیں تک آپ پر نچھاور کرنے پر مستعد رہتے تھے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ ان کے دلوں میں مال دنیا کی محبت شدت سے جاگزیں ہو چکی تھی اور کسی مالی قربانی کے لئے انشراح صدر نہیں رکھتے تھے لیکن اس کے برعکس آپ کے مخلصین آپ کی ہر آواز پر والہانہ انداز میں لبیک کہتے تھے اور بڑی سے بڑی مالی قربانی پیش کر کے خداتعالیٰ کی خوشنودی کے امیدوار بنتے تھے۔ قربانی کا

یہ جذبہ کسی جماعت میں یوں ہی پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس کا پیدا کرنے والا ہمیشہ ایسا انسان ہوتا ہے جس کا رشتہ آسمان سے پیوست ہوتا ہے۔ خداتعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے پاک نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہمیں خدمت اسلام کی زیادہ سے زیادہ ہمت وقوت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆☆☆

اقوال زرّیں

ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ (حدیث شریف)

میری ہر تکلیف اور غم میں میری ماں کا تصور میرے لئے فرشتہ نجات بن کر آتا ہے۔ (ابوالفضل)

ماں خدا کا جلوہ اور خوشنودی ہے اس لئے ماں کو خوش رکھنا لازم ہے (پریم چند)

سب سے خوبصورت اور شیریں ماں کا پیار ہے۔ (چارلس ڈکنز)

آسمان کی بہترین اور آخری تحفہ ماں ہے اس کی دل سے قدر کرو۔ (ملٹن)

ماں ہی خدا کی سب سے اچھی مخلوق ہے۔ (لیاقت علی خاں)

ماں کی زندگی میں محبت اور مہربانی کا خمیر داخل کیا گیا ہے۔ (ایمرسن)

ہماری ماں نے ہی ہمیں زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی گذارنے کا سبق دیا ہے۔ (مولانا شوکت علی)

اس بات سے ہمیشہ ڈرا کرو کہ ماں کی نفرت فریاد سے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھالے۔ (بوعلی سینا)

ماں کے بغیر گھر قبرستان لگتا ہے۔ (اورنگ زیب عالمگیر)

ماں کی ترجمانی کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ صرف ماں ہے۔ (سعدیؒ)

مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ (نادرشاہ)

دنیا کی سب سے حسین شئے ماں اور صرف ماں ہے۔ (محمد علی جوہر)

ماں کی اصلی خوبصورتی اس کی محبت ہے میری ماں دنیا کی سب سے خوبصورت ماں ہے۔ (محمد علی جوہر)

ماں کا پیار ایسا ہے جو کسی کے سیکھنے اور کسی کو بتانے کا نہیں۔ (حکیم لقمان)

اگر مجھ سے ماں کو چھین لیا جائے تو میں پاگل ہو جاؤں۔ (فردوسیؒ)

قتل مرتد کی سزا قتل کی تائید میں جناب مودودی صاحب کے پیش کردہ چند واقعات کی حقیقت

علامہ عبدالرحمن مصریؒ

حضرت علیؓ کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا ہے جو پہلے عیسائی تھا، پھر مسلمان ہوا۔ پھر عیسائی ہو گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیری اس روش کا کیا سبب ہے اس نے جواب دیا میں نے عیسائیوں کے دین کو تمہارے دین سے بہتر پایا۔

حضرت علیؓ نے پوچھا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ اس نے کہا کہ وہ میرے رب ہیں، یا یہ کہا کہ وہ علی کے رب ہیں اس پر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ (طحاوی حوالہ مذکور)

حضرت علیؓ کو اطلاع دی گئی کہ ایک گروہ عیسائی مسلمان ہوا پھر عیسائی ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو گرفتار کرا کے اپنے سامنے بلوایا اور حقیقت حال دریافت کی انہوں نے کہا ہم عیسائی تھے پھر ہمیں اختیار دیا گیا کہ عیسائی رہیں یا مسلمان ہو جائیں ہم نے اسلام کو اختیار کر لیا مگر اب ہماری رائے یہ ہے کہ ہمارے سابق دین سے افضل کوئی دین نہیں ہے، لہٰذا ہم پھر عیسائی ہو گئے۔ اس پر حضرت علیؓ کے حکم سے یہ لوگ قتل کر دئے گئے اور ان کے بال بچے غلام بنا لئے گئے۔ (طحاوی حوالہ مذکور)

ان دونوں واقعات میں عیسائیوں نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے دین عیسائی کو اسلام سے بہتر اور افضل پایا ہے۔ اس لئے وہ اپنے سابق دین عیسائیت کی طرف لوٹ گئے ہیں روایت کہتی ہے کہ حضرت علیؓ نے اس پر ان کو قتل کروا دیا۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو نعوذ باللہ حضرت علیؓ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ قرآن کریم کی ہدایت کے منافی کیا۔ قرآن کریم میں تین جگہ اس بات کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ مذاہب میں جو اختلاف دنیا میں پائے جاتے ہیں ان اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کرے گا۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وقالت اليهود ليست النصارىٰ على شئى و قالت النصارىٰ ليست اليهود على شئى وهم يتلون الكتاب كذالك قال الذين لا يعلمون مثل قولهم فالله يحكم بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه يختلفون۔"

یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کسی سچائی پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کسی سچائی پر نہیں حالانکہ دونوں کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح انہی کے قول کے مطابق ان لوگوں نے کہا جو علم نہیں رکھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا اور ان کے درمیان قیامت کے دن اس میں جس میں یہ اختلاف رکھتے تھے

پھر سورہ حج رکوع ۹ میں فرمایا:۔

"الله يحكم بينكم يوم القيمة فيما كنتم فيه تختلفون۔"

اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا تمہارے درمیان قیامت کے دن ان امور میں جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

پھر سورہ حج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"ان الذين اٰمنوا والذين هادوا والصابئين والنصرىٰ والمجوس والذين اشركوا ان الله يفصل بينهم يوم القيمة ان الله على كل شئى شهيد۔"

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور جو صابی ہیں اور جو عیسائی ہیں اور جو مجوسی ہیں اور وہ لوگ جو مشرک ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔"

ان آیات سے ظاہر ہے کہ مذاہب کے حق اور باطل ہونے کے متعلق خدا تعالیٰ نے فیصلہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور اس کا یہ فیصلہ اس دنیا میں صادر نہیں ہوگا بلکہ قیامت کے روز صادر ہوگا پس اور کسی انسان کو حق کس طرح پہنچتا ہے کہ وہ یہ فیصلہ کر دے کہ عیسائی مذہب سچا ہے یا اسلام، دلائل بے شک دیں۔ لیکن کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان سچائیوں کو قبول بھی کرلے۔ وہ خود اپنی ذات میں جس مذہب کو سچا سمجھتا ہے اس پر قائم رہے۔

قیامت کے روز اس کو پتہ لگے گا کہ میں غلطی پر تھا، سچا مذہب اسلام ہی ہے افسوس کہ میں نے اسے قبول نہیں کیا اور آج مجھے پچھتانا پڑ رہا ہے۔

حضرت علیؓ کو اطلاع دی گئی کہ کچھ لوگ آپ کو اپنا رب قرار دیتے ہیں۔ آپ نے انہیں بلا کر پوچھا تم کیا چاہتے ہو، انہوں نے کہا آپ ہمارے رب ہیں اور ہمارے خالق و رازق ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تمہاری حالت پر افسوس ہے۔ میں تو تم جیسا ایک بندہ ہوں۔ تمہاری طرح کھاتا اور پیتا ہوں۔ اگر اللہ کی اطاعت کروں گا تو وہ مجھے اجر دے گا اور اس کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے وہ مجھے سزا دے گا۔ لہٰذا تم خدا سے ڈرو اور اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ دو۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔

دوسرے دن حضرت علیؓ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ پھر وہی بات کہہ رہے ہیں آپ نے انہیں بلا کر دریافت کیا اور انہوں نے وہی سب باتیں دہرادیں۔ تیسرے روز حضرت علیؓ نے انہیں بلا کر دھمکی دی کہ اگر اب بھی تم نے وہ بات کہی تو میں تم کو بدترین طریقہ سے قتل کروں گا، مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ آخر کار حضرت علیؓ نے ایک گڑھا کھدوایا۔ اس میں آگ جلوائی پھر ان سے کہا، دیکھو اب بھی اپنے قول سے باز آجاؤ ورنہ میں تمہیں اس گڑھے میں پھینک دوں گا مگر وہ اپنے اس عقیدہ پر قائم رہے۔ پھر حضرت علیؓ کے حکم سے وہ سب اس گڑھے میں پھینک دئے گئے۔

(فتح الباری جلد ۱۲۔ صفحہ ۲۳۸)

یہ روایت اس لئے قابل قبول نہیں کہ اس میں حضرت علیؓ جیسے فدائے رسول ﷺ کی طرف ایسا فعل منسوب کیا گیا ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ کے صریح ارشاد کے خلاف ہے حضرت نبی کریم ﷺ نے کسی شخص کو آگ کا عذاب دینے سے منع فرمایا ہوا ہے۔ اس ارشاد کی موجودگی میں کس طرح حضرت علیؓ زیر عتاب لوگوں کو آگ کا عذاب دے سکتے تھے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت من گھڑت اور موضوع ہے۔

حضرت علیؓ ''رقبہ'' کے مقام پر تھے کہ آپ کو ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ یہاں ایک گھر کے لوگوں نے اپنے ہاں ایک بت رکھ چھوڑا ہے اس کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ خود وہاں تشریف لے گئے۔ تلاشی لینے پر بت نکل آیا۔ حضرت علیؓ نے اس گھر میں آگ لگادی اور وہ گھر والوں سمیت جل گیا۔ (فتح الباری جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۹)

یہ روایت بھی اس بنا پر رد کرنے کے قابل ہے کہ اس میں بھی آگ کے عذاب کا ذکر ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے صریح ارشاد کی موجودگی میں حضرت علیؓ جیسے تابع فرمان حضرت نبی کریم ﷺ کی صریح ہدایت کی خلاف ورزی کس طرح کر سکتے تھے۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں ایک شخص پکڑا ہوا آیا جو مسلمان تھا پھر کافر ہوگیا۔ آپ نے اسے ایک مہینہ تک توبہ کی مہلت دی۔ پھر اس سے پوچھا۔ مگر اس نے توبہ سے انکار کر دیا۔ آخر کار آپ نے اسے قتل کرادیا۔

(کنز العمال جلد ۱، صفحہ ۸)

جو شخص کسی مسلمان کے گھر میں پیدا ہوتا ہے بالغ ہونے کے بعد اس کا یہ طبعی حق ہے کہ وہ تحقیق کرے کہ اس کا پیدائشی مذہب کہاں تک سچائی پر مبنی ہے۔ اگر اپنی تحقیق میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ نعوذ باللہ اسلام میں سچائی نہیں ہے۔ بلکہ سچائی اسلام کے باہر ہے تو ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا شخص اپنی تحقیق کے نتیجہ میں جس مذہب کو بھی خواہ وہ الہامی ہو یا غیر الہامی سچا پائے گا اگر وہ دیانت دار ہے تو لازماً وہ اسے اختیار کرے گا تو ایسی صورت میں تسلیم کرنا پڑے گا کہ گویا وہ پیدا ہی دوسرے مذہب میں ہوا ہے اس لئے ارتداد کا سوال اس کے حق میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ قتل کے قائلین اس پر قتل کا فتویٰ جاری نہیں کر سکتے۔ جناب مولوی مودودی صاحب نے مندرجہ بالا دس نظائر خلافت راشدہ کے زمانہ کے پیش کئے ہیں جن سے وہ اپنے نظریہ کی تائید ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مندرجہ بالا دلائل ان کے نظریہ کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول کے جہاد کی حقیقت

جناب مودودی صاحب نے ان جنگوں کو جو عرب کے قبائل کے خلاف حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں لڑی گئی تھیں ان کو یہ رنگ دیا ہے کہ وہ جنگیں محض اس لئے لڑی گئی تھیں کہ وہ لوگ مرتد تھے اور اسلام سے پھر گئے تھے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ باغی تھے اسلا کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے۔ جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ مل کر اسلامی حکومت پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے۔ تو ان کے حملہ کو روکنا سربراہ حکومت اسلامی کا فرض تھا جس کو نہایت خوبی کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے ادا کیا اور جو خطرہ اسلامی حکومت کو جھوٹے مدعیان نبوت کے اتحاد سے پیدا ہوگیا تھا اس کو نہایت خوش اسلوبی سے دور کردیا۔ پس اس واقعہ کو اس امر سے کوئی تعلق نہیں کہ اسلام میں ''مرتد کی سزا قتل'' قرار دی گئی ہے۔ یہاں قتل کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جنگ میں مسلمانوں کے متعلق یہ ارشاد موجود ہے کہ وہ قتل کریں گے اور قتل کئے جائیں گے (باقی صفحہ ۱۷ پر)

مغربی تہذیب میں عورتوں کا مقام ورتبہ

پرویز اشرفی

کسی بھی قوم کی ترقی میں اس کے معاشرے کا اہم حصہ ہوتا ہے اور معاشرہ خاندان کی تشکیل سے وجود میں آتا ہے اور خاندان کے وجود میں عورتوں کا اہم کردار ہوتا ہے۔ جب سے دنیا میں تہذیب کا ارتقاء ہوا ہے اس کی ترقی میں عورتوں نے اس کی پہل کی، لیکن آج کی مہذب کہی جانے والی تہذیب نے عورتوں کو وہ مقام عطا نہیں کیا جو اس کا حق تھا۔ اسلام دنیا کا وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو نہ صرف اسکا جائز مقام دیا بلکہ اسے معاشرے میں برابری کا درجہ بھی عطا کیا۔ آج ہمارے ملک میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر عورت کو مرد کے برابر درجہ دینے کی سفارش کی جاتی ہے، اسے کمزور و ناقص العقل گردانا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے چہار دیواری میں مقید بتایا جاتا ہے اور اس کی آزادی کی بات بڑے پیمانے پر اچھالی جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں اسلامی معاشرے پر درپردہ منظم حملہ ہیں۔ اس حملہ کے ذریعہ دوسری قومیں اپنے معاشرے میں عورتوں کا جو استحصال کرتی ہیں ان پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔ اسلام نے تو ابتدائی دور سے ہی عورتوں کو مساوات کے دائرے میں رکھ دیا ہے۔

اسلام کی نظر میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں کے حقوق بھی یکساں ہیں مگر انکی نوعیت الگ ہے۔ جب عورتوں کے حقوق کی بات آئی تو اسکی فطرت، طبیعت، مزاج، اور مصلحت کا اسلام نے پورا خیال رکھا۔ اس طرح وہ اپنی زندگی کی تمام ذمہ داریوں کو بحسن خوبی انجام دینے کی اہل ہیں مرد اور عورت کے برابر درجہ سے متعلق قرآن مجید میں ہے "لوگوں! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اسکا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد عورت دنیا میں پھیلا دئے"۔

(النساء، آیت:۱)

آج ہمارا مسلم معاشرہ مغربیت کی مادّی سوچ اور طرز زندگی کا شکار ہو رہا ہے اور چند لوگ ایسے بھی ہیں جو اس فکر کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو چہار دیواریوں میں قید کر دیا ہے اور ان کی ترقی کی راہیں منجمد کر دی ہیں۔ میرے خیال میں یہ فکر درست نہیں بلکہ غیر قوموں کی ہاں میں ہاں ملانے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں جہاں انسانی زندگی کے مختلف مسائل کا ذکر کیا گیا ہے وہاں عورتوں کی اہمیت اور حیثیت کو بھی واضح کیا گیا ہے اور انہیں پورا پورا حق دیا گیا ہے خواہ وہ لڑکی ہو، بیوی ہو یا ماں ہو۔ قرآن میں لڑکی کی پیدائش کو بدشگونی سمجھنے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ بیوی کے متعلق رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "دنیا کی ساری چیزیں نفع بخش ہیں اور ان میں سب سے زیادہ نفع بخش نیک عورت ہے۔ (مسلم ونسائی) ماں کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے "ایک شخص نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری خدمت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا "تمہاری ماں۔ پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہاری ماں، اس شخص نے پھر عرض کیا اس کے بعد کون؟ آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ"۔

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورتوں کو وراثت کا حق دیا۔ قبل اسلام وہ اس حق سے بالکل محروم تھیں اور آج بھی دنیا کی بہت سی قوموں میں عورتوں کو وہ حق حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "عورتوں کے لئے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے" (البقرہ، آیت: ۲۲۸)۔ مختلف نظریات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم مذہب اور تہذیبوں کا نظریہ عورتوں کے تئیں ظالمانہ تھا لیکن اسلام نے انہیں عزت وشرف کا مقام عطا کیا۔ فراخدلی کے ساتھ وہ سبھی حقوق عطا کیے جن کی فطری اور طبعی اعتبار سے وہ مستحق تھیں جب کہ قدیم تہذیبوں نے تنگ نظری سے کام لیا۔

تاریخ کے حوالہ سے ان قدیم تہذیبوں پر سرسری نظر ڈالیں جن میں بابل۔ سمیر میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی نہ ہی اس کی کوئی رائے قابل قبول تھی۔ چین کی قدیم تہذیب میں عورت کو بدبختی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

اس کے لئے اپنے گھر نکلنا کسی انسان کی صورت دیکھنا قطعاً حرام ہے (المرأۃ عبرالتاریخ ص ۵۴) ۔ یونانیوں کے نزدیک عورت ایک ناپاک مخلوق ہے۔ رومیوں کے نزدیک عورت ایک ناپاک جانور ہے۔ عبارت گاہوں میں جانا اس کیلئے حرام ہے لہذا وہ جنت میں جانے کی اہل نہیں۔ اس نااہلی کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک عورت ہے۔ ہندو مذہب کے مطابق عورت کو شوہر کی وفات کے جینے کا کوئی حق نہیں لہذا ضروری ہے کہ وہ اپنے شوہر کی چتا پر زندہ جل جائے جسے ''ستی'' کا نام دیا گیا۔ قوم یہود کی بعض جماعتیں لڑکی کو باندی سمجھتی ہیں باپ اسے بیچ سکتا ہے اور بھائی کی موجودگی میں وہ وراثت کی حق دار نہیں ہوسکتی۔

اسلام کے ظہور نے عورتوں کے مقام کو بلند کیا۔ عزت کا تاج پہنایا انہیں یہ موقع دیا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کریں اور ایک اچھے باعزت معاشرہ کی تشکیل کریں۔

افسوس کہ منفی خیالات کی علام قوموں نے اسلام کیا اس اثر کو قبول نہیں کیا اور وہ اس کی مخالفت آج تک کررہی ہیں۔ یورپ کی تہذیب نے عورت کی جس آزادی کو رائج کیا اس معاشرہ میں عورت آزاد اور مردوں کی تفریح کا ذریعہ بن گئی۔ نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ عورت کی عزت و حرمت برسرعام مرد کی خواہشوں کی بھینٹ چڑھ رہی ہے۔ ذرا ہم اپنے گھروں میں چلنے والے ٹی وی چینلوں پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اشتہاروں میں صنف نازک کا جس طرح عریاں استعمال ہوتا ہے وہ کسی بھی مہذب قوم کے سر کو شرم سے جھکا دینے کے لئے کافی ہے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اسی عریانیت کو عورت کی آزادی کا نام دے رکھا ہے۔ یورپ اور امریکہ کی سرکاری رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ مرد و عورتوں کا آزادانہ میل ملاپ ایسی ہی نام نہاد آزادی کا نتیجہ ہے۔ مثال کے طور پر امریکی معاشرہ کو ہی لے لیجئے۔ امریکی معاشرہ ایک آزاد معاشرہ ہے۔ دس فیصد حادثات کا اندراج ہی سرکاری دفتروں میں ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر سال ایک لاکھ تیس ہزار زنا بالجبر کے واقعات پیش آتے ہیں۔ زنا بالجبر کی کثرت کی وجہ سے ہر سال بارہ لاکھ غیر قانونی بچے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ رپورٹ بھی ۱۹۹۵ء کی ہے۔ رپورٹ یہ بھی بتاتی ہے کہ دس لاکھ غیر شادی شدہ لڑکیاں زنا بالجبر کے ذریعہ حاملہ ہوئیں اس میں چالیس ہزار صرف نیویارک شہر میں ہوئیں۔ یہ رپورٹیں واضح کرتی ہیں کہ مغرب میں آزادی نسواں کی آواز کیوں بلند ہوتی ہے؟ ظاہر ہے یہ تہذیب کا سب سے بڑا زوال ہے۔

اس کے برعکس اسلام نے عورتوں کو جو حقوق دئے ہیں وہ ان کے استحقاق کے مطابق ہیں۔ اور مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت حاصل ہے وہ انسانی شرافت کی بنیاد پر نہیں بلکہ عورتوں کی کفالت و نگہبانی کی ذمہ داری سنبھالنے کے عوض ہے اسلام نے عورت کے انسانی پہلو کو ایسے اسلوب میں اجاگر کیا ہے کہ جس کی مثال نہ تو اسلام سے قبل ملتی ہے اور نہ بعد میں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے عورت کے وجود کو معنویت و جاذبیت عطا کی اور قدیم و جدید انسانی تہذیبیں اس کی نظیر نہیں دے سکتیں۔

یہاں پر ایک بات ہر خاص و عام کو ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ عورت اسلام میں عفت و پاکیزگی، شرم و حیا، فضیلت و تقوی کی علامت ہے۔ الفت و مشفقت کا سرچشمہ ہے۔ وہ ماں ہے جس کے قدموں کے نیچے اللہ نے جنت رکھی ہے وہ بیوی ہے جس کے دم پر پورے خاندان کی عزت اور وقار ہے۔ شریف لوگ اس کا حق تسلیم کرتے ہیں، انتہائی ادب سے پیش آتے ہیں دوسری جانب اسلام میں عورت کا مقصد ذمہ داری یہ ہے کہ زندگی کی جدوجہد میں مرد کی شریک ہو۔ الفت و محبت، راحت، سکون کی بارش برسائے۔ انسانی تہذیب کی تعمیر و ترقی میں دونوں ایک دوسرے کے معاون ہوں۔ اسلام نے صاف و شفاف انسانی زندگی کے لئے یہ بتادیا ہے کہ معاشرہ میں اطمینان و سکون، راحت و سعادت اسی کے ذریعہ ممکن ہے اسی لئے اللہ رب العزت نے عورتوں کو ان خوبیوں سے آراستہ کیا ہے جس میں مردوں کی بھلائی اور فلاح مضمر ہے اور مردوں میں وہ صلاحیتیں دی ہیں جو عورتوں کے حق میں نفع بخش ہیں۔

لہذا جو لوگ عورتوں کی نام نہاد آزادی کی بات کرتے ہیں، دراصل وہ نام نہاد آزادی کے نام پر عورت ذات کو فحاشی اور عریانیت کی اندھی دوڑ میں شامل کرکے اپنی تجارت کو بڑھاوا دینا چاہتے ہیں اور یہ سوچ عورت ذات کو نہ صرف حقیر بنا کر پیش کرتا ہے بلکہ ایک تہذیب کا مکمل زوال ہے۔ اگر عورت کے ناموس کی بقا اور اسے برابری کا درجہ اور احترام کسی نے دیا ہے تو وہ مذہب اسلام ہے۔

(بشکریہ راشٹریہ سہارا، اردو)

آپ کا مذہبی اثاثہ اردو میں ہے
اردو پڑھیں، اردو لکھیں

واقعہ معراج آنحضرت میں ذات باری تعالیٰ کی تجلی ومشاہدہ

اورانسان کی روحانی واخلاقی ترقی کا نقطۂ کمال زندہ وآخری نبی جس کا اتباع کامل دین کے زندہ حقائق کا عرفان عطا کرتا ہے

شفقت رسول خاں صاحب

تشہد وتسمیہ کے بعد آیات ذیل تلاوت فرمائیں

ویسئلونک عن الروح ط قل الروح من امرربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ...... قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رّسولاً ٥

اور تجھ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دیں کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں اس بارے میں تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں اور رسول ہوں۔

یہ آیات میں نے اس غرض سے انتخاب کی ہیں کہ اس بات کی وضاحت ہو سکے کہ حضور ﷺ کا معراج جسمانی تھا یا روحانی؟ قرآن پاک نے اس آیت کریمہ کی وضاحت وتشریح ایک اور مقام پر تخلیق آدمؑ کے ضمن میں یوں بیان فرمائی ہے کہ:۔

فاذا سویتهٗ فنفخت فیه من روحی فقعوا لهٗ سٰجدِ ین ٥

جب میں آدمؑ کی تکمیل کردوں اور اپنی روح اس میں پھونکوں تو تم اس کے لئے فرمانبرداری کرتے ہوئے گرجاؤ۔ یعنی جب آدم کو بنایا اور اپنی روح پھونک کر زندہ کر دیا۔ گویا روح سے زندگی مراد ہے۔ قصہ آدم میں روح کا ذکر ہے اور اس آیت میں بھی روح کے متعلق سوال ہے۔ اور سوال معراج کے ضمن میں اہل کفر نے کہا ہے کہ ہم تمہارے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے کہ تم نے آسمانوں کی سیر کی اور مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گئے یعنی ہم معراج کو تسلیم نہیں کرتے جب تک تو ہمارے لئے اس زمین سے سرچشمہ نہ بہادے یا تیرے کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہوں اور ان میں نہریں جاری ہوں۔ یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک تو ہم پر آسمان سے لکھی ہوئی کتاب نہ اُتارے جسے ہم پڑھ لیں۔ ان تمام کا جواب یہ دیا ہے۔

قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً ٥ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں اور رسول ہوں (گویا آسمان پر چڑھ جانا انسان کے بس کی بات نہیں) اگر معراج جسدِ عنصری کے ساتھ ہوا ہوتا اور آپ آسمان کی سیر کر چکے ہوتے تو قرآن پاک کا یہ جواب کیونکر کفار کے مطالبہ پر درست ہو سکتا ہے؟ اور جس کا مطلب واضح ہے کہ بشر ورسول کے لئے آسمان پر جانا ممکن نہیں۔ پس معراج ایک روحانی کیفیت وکشف ہے۔ اب اہل کفر یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر یہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی سیر ہے تو بتائے کہ یہ روح کیا چیز ہے؟ لہٰذا یہ ایک واضح اور روشن دلیل ہے اس بات پر کہ حضور ﷺ کا معراج روحانی تھا نہ کہ جسمانی اور خدا تعالیٰ نے اس حقیقت کو واشگاف کر دیا ہے کہ روح خدا کا امر ہے اور خدا تعالیٰ کے متعلق یہ تصور اور خیال کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے اور ایک مکان میں محدود ہے انتہائی غلط ہے جو کہ خدا کی عظمت وکبریائی کے خلاف ہے کیونکہ خدا لامکان ولازماں ہے، وہ ادراک وتصور سے بلند ہے۔ اسی لئے فرمایا وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ آج انسان نے ہر رنگ میں ترقی کی ہے فضاؤں میں اڑتا ہے سمندروں کی تہہ میں غوطہ زنی کرتا ہے۔ پہاڑوں کو چھیدتا ہے۔ سکنڈوں کے حساب سے پیغام رسانی کرتا ہے۔ حد یہ ہے کہ انسان زمین کی حدود سے نکل کر چاند پر جا پہنچا ہے۔ اور وہاں اپنی دانش کا جھنڈا لہرا دیا ہے۔ ان حیرت انگیز کارناموں سے وہ بہت متفکر ہے اور سوال کرتا ہے خدا کہاں ہے؟ کیونکہ ہم چاند پر پہنچ کر دیکھ آئے ہیں ہمیں خدا کہیں نظر نہیں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان ظاہری حواس سے خدا کو نہیں پا سکتا اس کا تصور صرف روحانی حواس سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ جب انسان خدا سے روحانی تعلق استوار کرتا ہے۔ تو وہ شخص خدا کو پالیتا ہے۔ یعنی تجلیات ربانی سے اس کی روح منور ہو جاتی ہے اور انسان کشفی آنکھ سے ذات باری کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس

کشف سے انسان حق الیقین کے ساتھ خدا کا وجود پالیتا ہے۔اور معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کا مظہر ہے کہ انسان خدا سے کامل تعلق پیدا کرسکتا۔یعنی ازراہِ معرفت وبصیرت خدا کے وجود کو دیکھ لیتا ہے اور اب یہ تعلق صرف حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ ﷺ کے وجود مقدس سے ہی استوار اور مضبوط ہوسکتا ہے اور خدا کی کامل تجلی کو اسی صورت میں انسان حاصل کرسکتا ہے جب کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت و پیروی کرے۔

کیونکہ اس کا تعلق انسان کی روح سے ہے۔جو جسمانیت سے بلند ہے اور خدا سب سے بڑی روح ہے حضرت جبرئیل کو روح الامین کہا گیا ہے۔قرآن پاک بھی روح ہے یہ روحانی باتیں ہیں۔حالانکہ روحانی معراج ماننے میں کوئی تعجب نہیں ہے۔کشف کو ذہنی تصورات خیال کرنا غلطی ہے۔یہ مکاشفات خارجی حقائق ہیں نہ کہ انسان کے ذہن کی پیداوار جیسے کہ منکرین خیال کرتے ہیں۔یہ کیفیت روحانی عالم سے متعلق ہیں۔جولوگ عالم معاد کے حقائق پر ایمان نہیں رکھتے وہ خدا اور بندے کے تعلقات بھی تسلیم نہیں کرتے اور اسی قبیل سے نزول وحی ہے اور نزول وحی میں مادی حواس میں تعطل واقع ہوتا ہے اور روحانی حواس وقوت کام کرنے لگتے ہیں۔لیکن اس حقیقت سے ہر انسان آگاہ نہیں ہوتا اسی لئے فرمایا:۔وما اوتیتم من العلم الاّ قلیلاً

لیکن انبیاء کرام اس انعام سے بہرہ مند کئے جاتے ہیں۔وہ کامل ہوتے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ جو کامل ترین انسان ہیں انہیں اس روحانی انعام سے بہرہ مند کیا گیا اور عالم ملکوت کے نظائر، جنت ودوزخ کے حقائق ان کو دکھائے گئے اور آپؐ نے جملہ انبیاء علیہم السلام کو ان کے مقامات عالیہ سمیت دیکھا اور حالتِ کشف میں ان کی امامت فرمائی۔اس معراج کا مقصد یہ ہے کہ جملہ انبیائے سابقین اپنے وقت کے صادقین اور خدا کے مقربین میں سے تھے اور ان کی تعلیمیں خدا کی طرف سے تھیں گو وہ وقتی اور قومی انبیاء تھے۔اور نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء ومقربین الٰہی سے بلند مقام پر فائز ہیں۔اور یہی نبی ایسی ہستی ہے جس کی اطاعت وپیروی اس روحانی تعلق کو فروغ دے سکتی ہے جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہے انسان کے مادی تعلقات کو روحانی تعلقات سے وابستہ کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔صرف مامورین الٰہی ہی یہ تغیر وتبدیلی پیدا کرسکتے ہیں جو جملہ مادی تعلقات پر ایک گونہ موت طاری کرتے ہیں اور انسان کی روحانی قوئی کو زندگی بخشتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوت قدسی کے اثر ونفوذ سے وہ کمال دکھایا ہے کہ صدیوں سے جہالت و بے راہ روی ضلالت وگمراہی، اخلاق باختگی میں مبتلا قوم اور روحانی طور پر مردہ قوم کو زندگی بخشی اور وہ قوم اس مقام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی جو تمام انسانوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے جن کے سامنے تمام جہان نے سر جھکا دیا۔ان لوگوں میں خواہشات اور نفس کو دخل نہیں تھا جو کچھ ان کے پیش نظر تھا وہ خدا اور اس کے رسول کی رضامندی تھی۔اور ان کی خوشنودی ہی ان کے لئے متاع حیات تھی۔اور پھر نبی اکرم ﷺ کی قوت قدسی کی اثر انگیزی کو اختتام نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے اولیاء عظام کا سلسلہ رہا جو خدا سے ہمکلامی کے شرف سے مشرف ہوتے رہے مسلمانوں کو پیش آمدہ مشکلات میں رہنمائی فرماتے رہے۔اسی طرح اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بھی حضور صلعم کے فیض واثر سے متاثر اور فیض یاب ہوئے چنانچہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی متابعت سے مجھ پر فیض ہوئے اور میں نے دینی حقائق کا مشاہدہ کیا میرا زندہ ہونا اتباع نبویؐ پر ہی منحصر ہے۔آپ ''آئینہ کمالات اسلام'' لکھ رہے تھے گویا حالت بیداری میں تھے کہ کشف ہوا ایک بار جب آدمی آیا قوی ہیکل ومہیب شکل جس کے چہرے سے خون ٹپکتا تھا اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ ''لیکھرام کہاں ہے۔'' تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ شخص لیکھرام کے قتل کے لئے مامور کیا گیا ہے تو یہ حقیقت ہے کہ یہ کشفی مشاہدہ کوئی فرضی چیز نہیں نہ ہی اسکا مادہ سے تعلق ہے بلکہ یہ ماورائے مادہ ہوتا ہے اور نبی روحانی تعلق ہی استوار کرنے آتا ہے۔تمام مامورین اسی روح کو بالیدگی اور بلندی عطا کرنے کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں۔حضرت نبی اکرم صلی اللہ الہ وسلم نے فرمایا تھا لوکان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس اس زمانہ میں ایمان خواہ زمین سے اٹھ کر ثریا پر چلایا جائے گا تو وہ اس کو واپس لے آئے گا جو اہل فارس سے ہوگا۔چنانچہ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب جن کا تعلق ابنائے فارس سے تھا اس گم گشتہ ایمان کو دوبارہ مسلمانوں میں پیدا کرنے کے لئے مبعوث ہوئے اور انہوں نے روحانیت کو بیدار کرنے کے لئے اطاعت نبوی اور قرآن سے وابستگی اسلامی احکامات پر عمل پیرائی کو بنیاد قرار دیا۔اور دین کو دنیا پر فوقیت دینے میں انسان کی زندگی کا راز بیان فرمایا۔

☆☆☆

حدیث اختلاف امتی رحمہ

سورۂ شوریٰ کی روشنی میں

جناب برکت اللہ ناٹھور سیالکوٹ

یہ رسول کریم ﷺ کی ایک مشہور حدیث ہے جو نہایت ہی حسین اور لطیف معنوں کی حامل ہے۔ جیسے ان الفاظ کو حضور صلعم کی پیاری زبان سے نکلنے کے باعث تقدس حاصل ہے ویسے ہی یہ اپنی جامعیت کے لحاظ سے بھی عظیم ہے۔

احادیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے یہ اصول کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ حضور اکرم کا کوئی قول اور فعل قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے متضاد نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی کسی آیت کا نقیض نہیں ہوسکتا لہٰذا اس حدیث کا مفہوم بھی قرآن کریم نصوصِ صریحہ سے متصادم نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ یہ قیاس آرائی (جیسا کہ بعض حلقوں میں پائی جاتی ہے) کہ اختلاف کے مفہوم میں اُمت کا باہم دست و گریباں ہونا بھی مضمر ہے۔ اس حدیث کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔ ایسا اختلاف پھر رحمت نہیں ہوگا بلکہ انتشار اور ظلم و تعدی کا پیش خیمہ ہوگا۔ رحمت کا لفظ ہی ایسے خیال کی تردید کرتا ہے۔

میں اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کے لئے سورۂ شوریٰ سے استدلال کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

"جو لوگ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اُن کا ہر کام آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے اور اس سے جو ہم نے انہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔" (سورۂ شوریٰ آیت:۳۸)

قرآن کریم میں ہر حکم ایک نہایت ہی مبارک حکم ہے جس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مشورہ نہایت ہی دوستانہ اور برادرانہ ماحول کے اندر ممکن ہوسکتا ہے۔ بغض اور عداوت کے ماحول میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ دُوسری جو پُر حکمت بات اِس میں مضمر ہے وہ یہ ہے کہ ایک فردِ واحد کی رائے اہم ملکی و معاشرتی معاملات میں قابل پذیرائی نہیں ہوسکتی کیونکہ ایک آدمی کی رائے نامکمل یا مخدوش ہوسکتی ہے۔ اور اُس کی صحت کے غیر یقینی ہونے کا امکان بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مشورہ ایک سے زائد افراد کے درمیان ہی ہوسکتا ہے۔ اور چار پانچ افراد کے درمیان مذاکرات کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ ایسی حالت میں مشورہ کے دورانِ اختلاف رائے کا ہونا قرین قیاس ہے اور بعض حالتوں میں تو ناگزیر ہوجاتا ہے کیونکہ ہر ایک آدمی کی ایک جیسی سوچ بچار نہیں ہوتی۔ ایک معاملہ میں ابتدائی مراحل میں ہی اتفاق رائے کا پیدا ہوجانا بڑی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن تجربہ بتلاتا ہے کہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ فریقین اپنے اپنے مؤقف کی تائید میں اپنے اپنے دلائل پیش کریں اور دوسروں پر اپنی اپنی رائے کا صائب ہونا ثابت کریں تاآنکہ دوسرے بھی اس پر متفق ہوجائیں۔ یا کم از کم کثرت رائے ایک جانب ہوجائے یہی مشورہ کا مقصد و مدعا ہے۔

اور جب کثرتِ رائے ایک طرف ہوجائے تو پھر اختلاف رائے رکھنے والوں کو بھی اکثریت کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد کا منشا بھی یہی ہے کہ:۔

"جس امر میں انجمن کا فیصلہ کثرتِ رائے سے ہوجائے وہی قطعی سمجھنا چاہئے۔"

پھر ساری قوم مل جل کر اس کا بیڑہ اٹھائے اس طرح قوم میں اتفاق اور یک جہتی پیدا ہوجاتی ہے اور جہاد زندگی کے لئے بے پناہ قوت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اتفاق بے پناہ قوتِ عمل پر منتج ہوتا ہے یہ رحمت نہیں تو اور کیا ہے؟

آج کل کا جو پارلیمانی نظام جو کہ مغرب خصوصاً انگلستان میں مروّج ہے۔ اسی اصول پر مبنی ہے اور جو اس نظام کے تحت حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ خواہ وہ سیاسی ہو یا علمی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں کیونکہ وہ ہر اہم معاملہ میں بدوں بحث و تمحیص کئے اور بالآخر بدوں کثرتِ رائے حاصل ہوئے کوئی قدم نہیں اُٹھاتے۔ ان کی کسی مذہبی کتاب میں انہیں ایسا کرنے کی تلقین نہیں ہے۔

ہماری کتاب میں ہر حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم اس کی افادیت سے غافل ہیں نہ صرف یہ بلکہ بڑی جسارت سے ببانگ دہل اعلان کر رہے ہیں کہ یہ نظام جس کو یہ لوگ حقارت سے مغربی نظام کا نام دیتے ہیں اسلام کے صریحاً منافی ہے۔ "اناللہ وانا الیہ راجعون"

قرآن کریم تو ایک اصول وضع کرتا ہے لیکن تفصیلات اُمت پر چھوڑ دیتا ہے۔ تا کہ وہ اپنے اپنے ماحول، معاشرہ اور رفتارِ زمانہ کے مطابق مختلف ذرائع سے کام لے کر اس اصول کو عملی جامہ پہنائیں۔ قرآن کریم نے کبھی بھی کوئی بندش کسی اچھی چیز کو اپنانے کے راستہ میں نہیں ڈالی یہ سب رکاوٹیں انتہاء پسندوں کی پیدا کردہ ہیں جس نے امت مرحومہ کو گورکھ دھندوں میں اُلجھا رکھا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں قوم کو بے حد نقصان پہنچا ہے۔ اور پہنچ رہا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ مسلمان کے لئے علم کا حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ خواہ اُسے ایسا کرنے میں چین جیسے دور افتادہ ملک کا سفر ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وقت میں وہاں کفار ہی بستے تھے نیز چونکہ وہ علم کی دولت سے اس زمانہ میں مالا مال تھے لہٰذا فرمایا کہ علم حاصل کرنے کے لئے ایسے ملک کا سفر بھی ضروری ہے:۔

گفت حکمت را خدا خیرے کثیر
ہر کجا ایں خیر را بینی بگیر

بقیہ قتل مرتد کی سزا قتل کی تائید میں.

پس وہ امر جس کی زد میں خود مسلمان بھی آتے ہوں مرتدین کی سزا کیسے کہلا سکتا ہے۔ جناب مودودی صاحب نے ائمہ فقہ کا مذہب بھی اس بارے میں نقل کیا ہے لیکن جیسا کہ بتلایا جا چکا ہے کہ قرآن کریم کے نصوص کے مقابلہ میں کوئی قول پیش نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی کوئی حقیقت ہو سکتی ہے۔ پس ایسے اقوال پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں، یہ فقہا کے اپنے خیالات ہیں جو قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جا سکتے۔

قرآن شریف سب پر مقدم ہے اور ہمیشہ اسی کی نصوص صریحاً مقدم رہیں گی اور عمل بھی اسی پر کیا جائے گا۔ پس جب وہ نصوص صریح طور پر مرتد کو قتل کرنے سے روکتی ہیں تو کوئی اور قول اس کو کس طرح جائز قرار دے سکتا ہے۔

کاش! جناب مودودی صاحب اور ان کے ہمنوا اس حقیقت کو سمجھیں اور اپنے غلط نظریہ کو واپس لے کر قرآن کریم کے حقیقی تابع بن جائیں۔

☆☆☆

درود شریف کے فضائل

درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر۔ اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ (تقریر حضرت مسیح موعودؑ)

حدیث وفقہ کے بارے میں حضرت مرزا صاحبؒ کا موقف

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ اگر کوئی حدیث معارض و مخالف قرآن وسنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنی درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔

(محمد حسین کے مباحثہ پر ریویو ۲۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

وفات ناصری

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں اٹھتا ہے میرے سو سو ابال
ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگار بے چگوں
غور کن در انہم لا یرجعون
اے عزیزو سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا
یہ تو رہنے کا نہیں پیارو مکان
چل بسے سب انبیاء و راستاں

تحقیق و تجزیہ

آخری قسط

رخصتی کے وقت

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی عمر

ابو طاہر عرفانی

حضرت عائشہؓ کی عمر

علم الانساب اور سخن فہمی: اس بات پر سب متفق ہیں کہ سیدہ عائشہؓ طاہرہ علم انساب، شعر و ادب، تنقید و فہم سخن، تفسیر قرآن، فقہ، حدیث اور طب میں یکتائے روزگار تھیں۔ اور آج تک نسوانی دنیا میں منفرد مقام رکھتی ہیں جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ:

"حضور ﷺ اللہ کے رسول تھے جن کے سپرد انسانی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لئے تیار کرنا تھا اور حضرت عائشہؓ ایک غیر معمولی قسم کی لڑکی تھیں جنہیں اپنی ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر اس معاشرے کی تعمیر میں حضور کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا۔ جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات سمیت اس وقت کی کسی عورت نے نہیں کیا۔ بلکہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی بھی اپنے شوہر کے کام کی تکمیل میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی حضرت عائشہؓ حضور اکرم ﷺ کی مددگار ثابت ہوئیں۔"

ترجمان القرآن ص ۲۱، ستمبر ۷۶ء)

بلاشبہ آپ نے تفسیر قرآن، فقہ، حدیث، دینی علوم کی تعلیم سرور عالم کے فیض صحبت سے حاصل کی اور طب کا علم بھی کاشانۂ نبوت میں سیکھا مگر اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ سیدہ عائشہؓ نے علم انساب اور ذوق شعر و ادب سرور کائنات سے پایا کیونکہ آنحضرت ﷺ نساب تھے نہ شاعر، نہ ہی آپ کو فریضہ رسالت سے فرصت تھی کہ سیدہ کو یہ علم پڑھاتے۔ نہ ہی تاریخ بتاتی ہے کہ سیدہ نے یہ فن مدینہ منورہ میں کسی دوسرے شخص سے حاصل کیا دوسری طرف ہم جانتے ہیں کہ آپ کے والد سیدنا ابوبکر صدیقؓ علم الانساب کے ماہر اور شعر و ادب کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ بقول سید سلیمان ندویؒ:

"حضرت ابوبکر صدیقؓ سارے قریش میں علم انساب اور شعر کے ماہر تھے۔ قریش کے شاعروں کے جواب میں اسلام کے زبان داں شاعر چوٹی کے جو شعر کہتے تھے کفار کو یقین نہیں آتا تھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کی اصلاح و مشورے کے بغیر لکھے گئے ہیں۔ حضرت عائشہ نے اس باپ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔ اس لئے علم انساب کی واقفیت اور شاعری کا ذوق ان کا خاندانی ورثہ تھا۔" (سیرۃ عائشہؓ ص ۳۴)

پس انساب، شعر و ادب اور سخن فہمی میں کمال حضرت عائشہؓ نے مکہ ہی میں اپنے والد مکرم حضرت ابوبکرؓ سے حاصل کیا اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ آپ سات آٹھ سال کی عمر میں ہجرت کر گئی تھیں تو پھر یہ ناممکن ہے کہ آپ نے مکہ میں چھ سات سال کی عمر ہی میں یہ علوم کما حقہ حاصل کر لئے تھے کیونکہ شعر فہمی اور تاریخ دانی کے لئے ذہنی نشوونما اور شعور کی پختگی درکار ہوتی ہے اور اس کے لئے بالغ العمر اور بلیغ النظر ہونا ضروری ہے۔ اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ نہ تو آپ کا چھ برس کی عمر میں نکاح ہوا اور نہ رخصتی ۹ سال کی عمر میں قابل فہم ہے۔ مکی زندگی میں ان علوم کا حصول ظاہر کرتا ہے کہ آپ ان علوم میں کمال حاصل کر کے اٹھارہ سال کی عمر میں کاشانۂ نبویؐ میں داخل ہوئیں۔

افک کا واقعہ: افک کا واقعہ ۵ھ سے متعلق بیان کیا جاتا ہے جب عام روایت کی رو سے آپ کی عمر ۱۲ سال بنتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ افک کے المیہ میں سیدہ عائشہ کا کردار ایک ۱۲ سالہ لڑکی کا سا تھا یا ایک عالمہ قرآن بالغ النظر، متحمل مزاج، پاک سیرت، سنجیدہ جواں سال خاتون کا تھا۔ ایک غیرت مند، باحیا، باشعور اور خوددار خاتون کی طرح آپ اس بہتان کو محسوس کرتی ہیں اور جب آپ کی بریت اور پاک دامنی کے بارے میں آسمانی شہادت نازل ہوئی اور والدہ محترمہ نے آپ کو آنحضرتؐ کا شکریہ ادا کرنے کو کہا تو آپ نے بے ساختہ زبان مبارک سے جچا تلا جواب دیا کہ

میں اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہ کروں جس نے میری پاک دامنی کی شہادت دی ایسے پریشان کن حالات میں مقام توحید کا یہ ادراک اور حق گوئی وصاف بیانی کا یہ اسلوب کسی ۱۲ سالہ لڑکی کے بس کی بات نہ تھی۔

واقعہ تخییر:۔ عام روات کی رو سے جب تخییر کی آیت نازل ہوئی تو آپ ۱۶ سال کی ہو چکی تھیں ازواج مطہرات نے بدلے ہوئے بہتر مالی حالات میں آنحضرت ﷺ سے زندگی کی آسائش کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کو یہ تقاضہ پسند نہ آیا اور ایک ماہ کے لئے ازواج سے علیحدگی اختیار کرلی۔ ازواج مطہرات کی بے قراری اللہ کے ہاں مقبول ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی طرف وحی نازل ہوئی۔

''اے نبی! تو نے (ازواج سے علیحدگی اختیار کرکے) ایک حلال بات کو اپنے لئے حرام کیوں کرلیا تو تو اپنی ازواج کی خوشنودی کا جویا رہتا ہے اور اللہ تو خطاپوش رحیم ہے۔'' (تحریم)

اس آیت کے نزول سے آنحضرت کی رحمت جوش میں آئی۔ رنج و ملال کافور ہوگیا۔ ایلاء کی مدت ختم ہوگئی تو آپ سیدھے حجرہ عائشہؓ میں تشریف لے آئے۔ سیدہ نے ازراہ تفنن کہا کہ آپ تو ایک دن پہلے ہی آگئے ہیں آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی تو ہوتا ہے۔ ایلاء کے معاً بعد آنحضرتؐ پر آیہ تخییر نازل ہوئی کہ ''اے نبی! اپنی ازواج سے کہئے کہ اگر وہ دنیا کی زینت اور اموال کی خواہشمند ہیں تو آئیں سامان لیں۔ اور رخصت ہو جائیں اور اگر انہیں اللہ اور اس کے رسول اور اخروی نعمتوں کی آرزو ہے تو پھر وہ دنیوی آسائشوں سے دستبردار ہو جائیں''۔ حضرت عائشہؓ کی عظمت اسلام سے والہیت ذہنی پختگی شعور بیداری اور نور بصیرت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرت نے یہ ایمان آزما سوال سب سے پہلے جواں سال حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی سے کیا اور فرمایا کہ جواب دینے میں جلد بازی نہ کرو بلکہ والدین سے مشورہ کرنے کے بعد بتاؤ کہ تمہیں دنیا کی آسائشیں درکار ہیں یا اس کے مقابل اللہ اور رسول اور نعمائے آخرت کو چاہتی ہو۔ یہ سنتے ہی سیدہ عائشہ کا چہرہ فرط جوش ایمان سے چمک اٹھا۔ اور بلا تامل عرض کی یارسول اللہ! اس میں والدین سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے مجھے تو تمام کی تمام نعمتوں کے مقابل اللہ اور اس کا رسول ہی پسندیدہ و مطلوب ہیں قارئین فیصلہ کریں کہ کیا یہ ایمان افروز جواب کسی ۱۵۔۱۶ سالہ لڑکی کی زبان سے ہے یا کسی ایسی دیانتدار باشعور، بالغ النظر اور پختہ عمر خاتون کا فیصلہ ہے جو معرفت، حکمت، زہد، تقویٰ اور عشق خدا اور رسول کی منزلیں طے کرکے انتہائی بلندیوں پر پہنچ چکی تھیں۔

عشق رسولؐ کا ایک ایمان افروز واقعہ

قاضی محمد سلیمانؒ مرحوم اپنی تصنیف رحمۃ للعلمین جلد دوم میں لکھتے ہیں:

''سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم اپنے نعل کو پیوند لگا رہے تھے۔ میں چرخہ کات رہی تھی میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آرہا ہے اس پسینہ کے اندر ایک نور ابھر رہا ہے اور بڑھ رہا ہے یہ ایسا نظارہ تھا کہ میں سراپا حیرت بن گئی۔ آپ کی مبارک نظر مجھ پر پڑی۔ فرمایا عائشہؓ! تم حیران کیوں ہو رہی ہو؟ میں نے کہا یارسول اللہ میں نے دیکھا کہ حضور کی پیشانی پر پسینہ ہے اور پسینے کے اندر چمکتا دہکتا نور ہے اس پاک نظارہ نے مجھے سراپا چشم بنادیا ہے۔

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست ☆ وے ہمایوں دل کہ قربان اوست

بخدا اگر ابوبکرؓ ہذلی حضور کو دیکھ پاتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اس کے اشعار کے صحیح مصداق حضور ہی ہیں آپ نے فرمایا کہ اس کے اشعار کیا ہیں میں نے یہ اشعار سنائے:۔

ومبری من کل غیر حیفة ☆ وفساد مرضعة وداء معضل

وہ ولادت اور رضاعت کی آلودگیوں سے مبرا ہیں

واذا نظرت الی اسرة وجهة ☆ بوقت کبرق العارض المتعلل

ان کے درخشاں چہرے پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ نورانی اور درخشاں برق جلوہ دے رہی ہے

نبی اکرمؐ کے ہاتھ میں جو کچھ تھا اسے رکھ دیا۔ پھر سیدہ عائشہؓ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ماسرورت منی کسروری ''جو سرور مجھے تمہارے کلام سے ہوا ہے اس قدر سرور تمہیں میرے نظارے سے نہیں ہوگا۔'' رخ انور پر نگاہ شوق و محبت، ابوبکر ہذلی کے اشعار کا انتخاب اور آنحضرتؐ کے چہرہ درخشاں سے تشبیہ اہل نظر کے لئے دعوت فکر ہے۔ اس واقعہ کے ضمن میں سیدہ عائشہؓ کی قوت مشاہدہ، نکتہ رسی، فصاحت و بلاغت وسیع علم اور عمیق نظر پر غور کیجئے۔ کیا یہ عظمت ایک سترہ اٹھارہ سالہ لڑکی کا حصہ ہے جو نو سال کی عمر میں نبی کی اہل بیت بنی ہیں۔ یہ ایسی خاتون کی ذہانت، فصاحت کا عکس ہے جو ٹھوس وسیع علمی صلاحیتوں کے ساتھ کاشانہ رسالت

میں آئیں اور آنحضرتؐ کے فیضان صحبت ونظر سے کما حقہ مستفیض ہوئیں۔

آسمانی مقصد کی تکمیل

حضرت عائشہؓ مطہرہ نے آنحضرت کے وصال کے بعد تفسیر، فقہ اور حدیث کی ترویج میں بے مثال خدمات انجام دیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب آپ حجرہ نبویؐ میں آئیں تو اس وقت آپ فصاحت وبلاغت ادب وشعر اور علم انساب میں دسترس رکھتی تھیں۔ جس کی موجودگی میں آپ نے آنحضرتؐ کی صحبت میں علوم وحکمت قرآن سے فیض کامل حاصل کیا۔ پھر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ کو علوم دینیہ کی تحصیل میں انتہائی سہولت میسر آئی۔ علاوہ ازیں مدینہ کی مستورات نسوانی ومسائل آپ ہی کی وساطت سے حضور اکرم سے دریافت کرتی تھیں۔ پھر مسجد نبوی سے قرب کی وجہ سے آپ کو آنحضرتؐ کے مواعظ حسنہ شعراء کے قصائد اور تقاریر سننے کا بہ کثرت موقعہ ملتا تھا اور ازواج النبی کا آسمانی مشن یہ تھا اذكن مايتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة اور علمائے تاریخ بخوبی جانتے ہیں کہ تبلیغ قرآن وحکمت کا جو فریضہ حضرت عائشہؓ نے ادا کیا وہ اپنی نظیر آپ ہے اور اگر آپ کی بدولت یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا تو ازواج مطہرات ارشاد الٰہی کی کما حقہ تعمیل سے محروم رہ جاتیں۔ اس ضمن میں جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی رائے دیکھئے:۔

"علم حدیث کا جس شخص نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے جتنا علم دین مسلمانوں کو پہنچا اور فقہ اسلامی کی معلومات حاصل ہوئیں اس کے مقابلے میں عہد نبوت کی عورتیں تو درکنار مرد بھی کم ہی ایسے ہیں جن کی علمی خدمات کو پیش کیا جا سکے۔ اگر حضرت عائشہؓ حضور کی نکاح میں نہ آتیں اور آپ سے تعلیم وتربیت پانے کا ان کو موقع نہ ملتا تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کے علم کا کتنا بڑا حصہ امت مسلمہ تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں اور وہ صرف حدیث روایت کرنے والی نہ تھیں بلکہ فقیہہ اور مفسر اور مجتہد اور مفتی بھی تھیں۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہہ مانا جاتا ہے۔ اکابر صحابہؓ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی بعض مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ان چند علماء میں ہوتا تھا جن کے فتوے پر لوگوں کو اعتماد تھا۔"

(ترجمان القرآن ستمبر ۷۶ء)

سیدہ عائشہؓ کو ازواج مطہرات اور خواتین اسلام میں یہ منفرد مقام تبھی میسر آیا کہ آپ ذہنی صلاحیتوں سے مزین وآراستہ ہو کر پختہ عمر میں آنحضرت کے ہاں آئیں اور اپنا دامن علم وحکمت قرآن سے مزین کیا اور اس حد تک کمال حاصل کیا کہ کوئی دوسرا صحابی آپ کا ہمسر وسہیم نہ تھا اور یہ مقام کسی ایسی لڑکی کی قسمت وحصہ نہیں جو بقول بعض" نو سال کی عمر میں گڑیوں کے ساتھ نبی اکرمؐ کے گھر آئی۔" عظمت ورفعت کا یہ ارفع واعلیٰ مقام خیر النساء عالم ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو تبھی حاصل ہوا جب آپ حضرت ابو بکر صدیق کی توجہ وکاوش سے ذہنی نشوونما پا کر اٹھارہ انیس سال کی عمر میں آنحضرت سے رشتہ ازواج میں منسلک ہوگئیں۔" "هل من مدكر" (کیا پھر کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے)

☆☆☆

کیا آپ جانتے ہیں؟

- مضبوط رہنے والی اور نہ ٹوٹنے والی شے صرف نیکی ہے اور نیکی کا سرچشمہ عدل ہے۔
- اچھا وہی ہے جو دوسروں کے بارے میں ہمیشہ اچھا سوچے۔
- جسم میان ہے اور دل تلوار۔
- اگر پھول کی صورت ضائع ہو جائے تو اس کی خوشبو کم ہو جاتی ہے۔
- سزا اور جزا عقل کا نتیجہ ہے۔
- طیش میں خوف خدا اور عیش میں خدا یاد ہونا چاہئے۔
- حضرت خدیجہؓ کو ۱۶/ اونٹ مہر میں دئے گئے۔
- قرآن مجید کی پہلے تلاوت کی جائے پھر اسے سمجھا جائے، پھر اس پر عمل کیا جائے اور اس کے بعد اس کی تبلیغ کی جائے۔
- برے خوابوں سے بچنے کے لئے قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کو پڑھ کر سونا چاہئے۔
- حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی اولاد کا نام قابیل کسان اور دوسری کا نام ہابیل چرواہا تھا۔

اسلام اور امن وامان کی تلقین

ناظمہ خان

آج ساری دنیا امن وسکون کی تلاش میں سرگرداں و پریشاں ہے۔ ہر شخص کسی ایسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہے، جہاں اس کی جان و مال کو تحفظ مل سکے اور عزت وآبرو کے ساتھ اپنے زندگی کے ایام گزار سکے۔ مگر المیہ یہ ہے کہ جس طرف نظر اٹھایئے خوف ودہشت کا ماحول نظر آتا ہے۔ آج کے دور میں پڑوسی، پڑوسی سے محفوظ نہیں حد تو یہ ہے کہ بھائی بھائی کے شر سے پریشان ہے۔ خانگی زندگی سے اجتماعی زندگی تک ہر مقام پر انسان کس قدر مجبور ولاچار اور پریشاں ہے اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ ہر شخص کی زندگی کے تلخ تجربات ہیں جو خود اس سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا محسوس نہیں کرسکتا۔ ایک طرف زندگی کے یہ تلخ حقائق ہیں تو دوسری طرف اس کے مداوا اور انسداد کی کوششوں کو ملاحظہ کریں۔ خاندان کی سطح پر ازدواجی زندگی کے شروع ہوتے ہی لڑکے والدین سے جدا ہوجاتے ہیں اور گھروں کے درمیان مختلف دیواریں کھڑی کردی جاتی ہیں۔ اس طرح گھر کے اندر مختلف گھر کا قیام عمل میں آجاتا ہے اور سماجی سطح پر ذات، برادری، نسل، مذہب اور رنگ کے نام پر بٹوارے شروع ہوجاتے ہیں۔ ایک محلے میں رہنے والے بھی ایک دوسرے سے محض ان بنیادوں پر اپنے کو الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نتیجتاً ہر طرف نفرت وعداوت اور حسد ورشک کی دیواریں ہی دیواریں نظر آنے لگتی ہیں۔ ان دیواروں کے درمیان انسان کا قد اتنا بونا ہوجاتا ہے کہ خود اس کا وجود غائب ہونے لگتا ہے۔

اس طرح اگر غور کریں تو پوری دنیا مختلف دیواروں کے حصار میں نظر آئے گی کہیں ملک کے سرحدوں کے نام پر تو کہیں اقتصادیات ومعاشیات کے نام پر اور انہیں دیواروں کی بھول بھلیوں میں انسان بھٹکتا رہتا ہے۔

آج کے انسان کو درپیش یہ مسائل اوپر سے نازل کیے ہوئے نہیں بلکہ یہ خود ساختہ ہیں۔ خود ساختہ اس لئے کہ انسان دنیا کی رنگینیوں اور چمک دمک کی طرف اس قدر سرعت سے راغب ہوتا ہے کہ خود اپنی ذات کو بھلا بیٹھتا ہے۔ اسی لئے انسان سے اس کی بنیادی صفت انسانیت کہیں دور جاچکی ہے اور سودوزیاں کے انسانی تصور کے دبیز پردے میں انسانیت کا خوبصورت چہرہ چھپ جاتا ہے۔ لہٰذا تمام تر خرافات یہیں سے شروع ہوتے ہیں۔ اس سمت میں ایک قدم آگے بڑھانا دلدل میں جانے کے مترادف ہے کہ اس سے نکلنے کی جتنی کوشش کی جائے، انسان اتنا ہی دلدل میں دھنستا جاتا ہے۔ آج کے معاشرہ میں جتنی خرابیاں اور برائیاں ہیں دراصل وہ اسی سبب ہیں کہ انسان نے خود کو نہیں پہچانا۔

انسان اگر خود کو پہچان لے تو ہر معاشرہ شر سے محفوظ رہے گا۔ خود کو پہچاننے سے مراد انسان کی بنیادی صفات سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بہتر انسان وہ ہے جس سے خیر کی امید کی جاسکے اور جس کے شر سے لوگ محفوظ رہیں۔ دیکھنے میں یہ چھوٹی بات معلوم ہوتی ہے مگر اس ایک جملے میں تمام پہلو پوشیدہ ہیں۔ انفرادی سطح سے اجتماعی زندگی تک اور حکمراں سے عوام تک تمام کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ہر ممکن طریقے سے خیر کو راہ دے اور شر کو ختم کرے۔ اسلام کی صرف اس ایک تعلیم کو اگر انسان اپنا شیوہ بنالے تو لوٹ مار استحصال سے لے کر مختلف طرح کی دہشت گردی ختم ہوسکتی ہے۔ دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی مذہب سے عقیدہ رکھتا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب امن وآشتی کے پیغام دیتے ہیں۔ اسلام نے اس پیغام کو بہت ہی واضح طور پر جگہ جگہ بیان کیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کی طرف دوسرا کیونکر راغب ہوگا جب خود مسلمانوں کے اندر یہ صفات موجود نہیں ہیں۔ آج عالم اسلام پر نظر ڈالیں تو حیرت سے زیادہ افسوس ہوتا ہے کہ خود مسلمانوں کے کردار نے اسلام کو بدنام کیا ہے۔ آج خود مسلمان مسلمان کے شر سے محفوظ نہیں۔ کہیں شیعہ، سنی، وہابی، دیوبندی اور کہیں بریلوی کے نام پر جھگڑے ہیں تو کہیں شیخ، سید اور انصاری کے نام پر سماجی سطح پر اختلافات اور انتشار پائے جاتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہیں۔ اسلام نے تو عالمی اخوت اور عالمی برادری کی بات کی ہے مگر یہ خود

اپنے معاشرے میں ایک دوسرے کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا جائے شرم ہو سکتی ہے کہ دنیا میں ہر طرف اسلام اور مسلمانوں کی طرف انگلیاں اٹھ رہی ہیں، انتہا پسندی اور دہشت گردی اس سے منسوب کی جارہی ہے، جب کہ اسلام نے ہمیشہ میانہ روی اور نرم روی کے ساتھ خوش اخلاقی کی تعلیم دی ہے، کہیں بھی جبر و جور کا ذکر تک نہیں۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میری امت میں سے نہیں جس کا پڑوسی اس سے رنجیدہ رہتا ہو اور دوسری جگہ کہا کہ وہ شخص میری امتی میں سے نہیں جس کا پڑوسی بھوکا سو جائے اور وہ خود شکم سیر ہو کر زندگی گزارے۔ رسول کریم ﷺ کا یہ فرمان اتنا جامع ہے کہ اگر صرف اس پر عمل کرلیا جائے تو دنیا میں امن و سکون بحال ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ اگر پڑوسی مسلمان ہو تو اس پر یہ باتیں عائد ہوتی ہیں بلکہ بغیر کسی امتیاز مذہب و ملت کے یہ بات کہی گئی ہے اس لئے اس پیغام کو عالمی اخوت کا پیغام کہا جاتا ہے۔ مگر جائے افسوس یہ ہے کہ عوام تو عوام آج کے مسلم حکمراں بھی بنیادی صفات سے خالی ہیں۔ قرآن و احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ خدا نے انسان کو دنیا میں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا، مگر اس پر دنیا کو سنوارنے اور سجانے کی ذمہ داری بھی عائد کی جس کا مطلب ہے کہ دنیا میں امن و امان کی فضا کو ہموار کرنا۔ آج کے دور میں یہ تعلیم وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ مسلمان عملی میدان میں آگے آئیں اور اپنے اعمال و افعال سے دنیا کو دکھائیں کہ اسلام کا اصل چہرہ کیا ہے آج جو اسلام اور مسلمانوں کے نام پر انگشت نمائی کی جارہی ہے وہ کسی بھی طرح اسلام کا اصلی چہرہ نہیں۔

☆☆☆

اتحاد انسانیت، اتحاد بین المسلمین کے داعی

حضرت ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کی وفات

ایم، وائی تاثیر

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بین الاقوامی اشاعت اسلام، اشاعت قرآن کرنے والی اور کلمہ طیبہ "لا اله الا الله محمد رسول الله" پر متحد کرنے کی داعی جماعت "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے امیر حضرت امام العصر رحمۃ اللہ علیہ کے پنجم جانشین بتاریخ ۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز سوموار بمقام دارالسلام لاہور پاکستان داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کے علوم سے منور کیا تھا۔ آپ حضرت خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحبؒ (سابق معالج شاہ ابن سعود حجازؒ) کی وفات ۱۵؍نومبر ۱۹۹۶ء کے بعد اس بین الاقوامی جماعت کے امیر منتخب ہوئے تھے۔ حضرت امیر مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔

لاہور دارالسلام (پاک) میں آپ کا جنازہ پڑھا گیا۔ اس کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک کی جماعتوں نے جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا۔ انڈیا میں دلشاد کالونی دہلی، ممبئی، جموں و بھدرواہ، سرینگر کشمیر وغیرہ اور مسجد جامع دارالسلام یاری پورہ کشمیر میں بروز جمعہ نماز غائبانہ جنازہ ادا کی گئی اور اجتماعی دعاء مغفرت کی گئی۔ باتفاق رائے تعزیتی قرارداد عمل میں لائی گئی۔ ہم اس غم میں آپ کے قریبی لواحقین کے علاوہ "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے جملہ اراکین ممبران، مجلس عاملہ اور مجلس معتمدین کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے تحت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب کرے اور اس جماعت کی ہر رنگ میں حفاظت فرمانے کا سامان مہیا فرما کر غلبۂ اسلام کا نظارہ دنیا کو دکھائے۔ آمین

اے خدا بر تربتِ او ابر رحمت بسیار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

کاروائی کا اختتام حضور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے بذیل مبارک الفاظ پر کیا جاتا ہے۔ ان العین تدمع والقلب یحزن ولاتقول الامایرضی ربنا بفراقك لمحزونون.

(حدیث)

"آنکھ اشکبار ہے، دل غمزدہ ہے، اس کے باوجود ہماری زبان پر وہی بات ہے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔" اے محترم اصغر حمید امیر قومؒ ہم آپ کی جدائی سے ضرور غمگین ہیں"

تاثیر کی دعا ہے یہی بار بار
تیری تربت پہ نازل ہو رحمت بے شمار

☆☆☆

ہمارے بچوں کی تعلیم کیسی ہو؟

پروفیسر بی شیخ علی سابق وائس چانسلر گوا و منگلور یونیورسٹی

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ قوموں کی تقدیر مدرسوں میں ڈھلتی ہے کسی بھی قوم کا مستقبل اس قوم کے نونہالوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ارباب حکومت وقوم کے افراد پر ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت پر توجہ دیں تاکہ وہ خوشحال وکامیاب زندگی بسر کرسکیں۔ کامیاب زندگی کا اصل مقصد اخلاقی شخصیت کی تعمیر ہے جہاں وہ قدرت کے تقاضوں کو پورا کرسکے۔ قدرت چاہتی ہے کہ بشر آہستہ آہستہ فوق البشر کے مقام تک پہنچ جائے۔ اس مقام میں ذہنی فوقیت بھی ہوگی، نور بصیرت بھی ہوگی، عقل برہانی بھی ہوگی اور عقل نورانی بھی، بندہ خود کو بھی پہچانے گا اور خدا کو بھی، عشق الٰہی بھی ہوگا جو فرزند آدم کا نصب العین ہوگا۔

اس مقام کو پانا آسان نہیں ہے، اس کے لئے کئی منازل طے کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے روٹی، کپڑا اور مکان کا مسئلہ حل کرنا ہوگا۔ عادات اخلاق کو سدھارنا ہوگا جسم کو مضبوط، ذہن کو تیز، دل کو مشتاق اور روح کو منور کرنا ہوگا، کسی ہنر، پیشہ، یا صلاحیت میں کمال کی مہارت حاصل کرنا ہوگا، سب سے بڑھ کر اقدار عالیہ یعنی حق وصداقت، حمیت وانسانیت، شجاعت و سخاوت، متانت وسنجیدگی، صبر واستقلال، اصول پرستی وفرض شناسی کو اپنا شعار بنانا ہوگا، علم عرفان کو بھی پانا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے بچے اس قسم کی تعلیم پارہے ہیں یا نہیں؟ دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ نہیں۔ موجودہ طرز تعلیم سے ملک ملت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ نہ ان میں غور وفکر کا مادہ پیدا ہورہا ہے اور نہ اخلاق کی بلندی کا نہ وہ خود اپنی مدد آپ کرسکتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کی۔ ان میں نہ ہنر ہے نہ کمال، نہ تجارت کا سلیقہ ہے اور نہ صنعت وحرفت کا۔ نہ ان کے پاس سرمایہ ہے اور نہ زمین۔ تعلیم کے چند پیشہ واری کو چھوڑ کر، جیسے میڈیکل، انجینئرنگ، منیجمنٹ وغیرہ عام کالجوں سے فراغت پانے والے نوجوان سوائے کلرک کے اور کوئی کام کے نہیں رہے۔ اعلیٰ عہدوں کے لئے سخت مقابلے کے امتحانات پاس کرنا ہوگا۔ ہمارے بچوں کے لئے یہ جوئے شیر کا معاملہ ہے۔ غضب کی سائنس وتکنالوجی کے زمانے میں جہاں ذہانت وفراست کی سخت آزمائش ہے، ہمارے بچے کوسوں دور ہیں، ملک تیزی سے ترقی کررہا ہے، ملکی وغیر ملکی سرمایہ اربوں کی رقمیں صنعتوں میں کھپ رہا ہے، روزگاری کے ہزاروں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر سب کے سب انہیں کے لئے ہے جو ان کے اہل ہیں۔ ہمارے ہاں تکنیکی صلاحیت تو کجا حضرت اکبرالٰہ آبادی کا شعر راست آتا ہے۔

بے علم بھی ہیں ہم لوگ، غفلت بھی طاری ہے
افسوس کہ اندھے بھی ہیں ہم اور سو بھی رہے ہیں

اندھے ہونا شاید اتنا برا نہیں ہے کیونکہ۔

خدا یا زحکمت بندد درے
کشاید ز رحمت ہزاروں درے

مالک اپنی حکمت سے روزی کا ایک دروازہ بند کرتا ہے تو اپنی رحمت سے ایک ہزار دیگر راستے کھول دیتا ہے مگر اندھوں پر غفلت طاری ہوکر وہ اگر خواب خرگوش میں چلا جائے:

اے شور قیامت ہم سوتے ہی رہ جائیں
اس راہ سے گزرے تو ہم کو بھی جگا جانا

تو کیا کیا جاسکتا ہے؟

ہماری حالت سدھرنے کی ایک ہی صورت ہے، تعلیم صحیح تعلیم، عصری تعلیم، فنی تعلیم اور تعلیم نسواں، سب سے پہلے بچیوں کی تعلیم بہت ضروری ہے، ماں کی گود بچہ کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے، ماں اگر ناخواندہ اور بداخلاق ہو تو سارا معاشرہ بگڑ جائے گا، ہمیں اس ملزم کی آخری حرکت کو بھول جانا چاہئے جس نے اپنی ماں کا کان کترا تھا۔

ایک خونی ملزم کو پھانسی دی جارہی تھی اس کی آخری خواہش تھی کہ اس کی ماں کا درشن ہو، وہ لائی گئی جب وہ قریب آئی تو یہ اچک کر اس کا کان کاٹ ڈالا لوگوں نے حیرت سے پوچھا کہ کیوں؟ جواب ملا کہ یہ وہ کان ہے

جو میری پہلی چوری کو سن کر اور جان کر بھی مجھے برائی سے نہیں روکا تھا۔ ایسے کان کی کیا ضرورت ہے جو سولی کے راستہ پر مجھے لے آیا ہے؟

دوسری اہم بات صحیح تعلیم کی ہے تعلیم معلومات کے جاننے، جانچنے، پرکھنے اور سمجھنے کا نام ہے اور تربیت ان معلومات کے صحیح استعمال کا نام ہے، تعلیم میں علم آتا ہے اور تربیت میں عمل۔ تعلیم صداقت ہے۔ تربیت تجربات، تعلیم سائنس ہے، تربیت تکنالوجی، علم کے جوہر کو اخذ کرنے کا نام تربیت ہے۔ تعلیم اگر زر ہے تو تربیت زیور، سونا چاندی کو لوگ دھات کی شکل میں نہیں رکھتے، اس کو کام میں لاتے ہیں اور زیور بناتے ہیں۔ آج جب کہ انسان چاند پر قدم رکھ چکا ہے، ستاروں پر کمند ڈال رہا ہے اور فطرت کی تسخیر میں لگا ہوا ہے یہ سب صحیح تعلیم کا نتیجہ ہے جہاں عصری تعلیم فنی تعلیم بن جاتی ہے۔

تیسری اہم بات دینی تعلیم کی ہے جو اخلاقی شخصیت کے لئے ضروری ہے، سیرت کی تربیت دینی تعلیم سے ممکن ہے۔ دینی تعلیم میں صرف عقائد، عبادات، نماز، روزہ یا ریاضت ہی نہیں آتا بلکہ خدا ترسی، حق شناسی، ہمدردی اخوت، ایثار و قربانی، عجز بندگی، شرافت و نجابت کے وہ سارے اصول آجاتے ہیں تو نیکی و بھلائی سے وابستہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں دعوت بالخیر کا مفہوم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ دین کی اقامت ظاہری شعائر اسلام سے ہی وابستہ نہیں بلکہ باطنی شعائر سے بھی۔ روح کی پاکیزگی کے لئے صدق خلیل، فقر بوذر، زور حیدر اور صبر حسین چاہئے۔ ضمیر کی بالیدگی کے لئے یاد الٰہی، خوف خدا، عشق رسول ﷺ فیضان محبت و عرفان محبت چاہئے۔ سچی دینی تعلیم وہ ہے جہاں عجز بندگی کا احساس اس قدر شدت سے ہو کہ بندہ دوسروں کے لئے زندہ رہے۔

ایسی تعلیم کے لئے اچھے استاد کی ضرورت ہے، اچھا استاد وہ ہے جس کی کتاب زندگی کے سرورق پر "علم" نہیں لکھا ہوتا ہے۔ "محبت" لکھا ہوتا ہے یہ ساری کائنات سے محبت کرتا ہے، علم سے، عمل سے، عقل سے، بچوں سے، کتابوں سے، سماج سے اور سماج کے ہر اچھی چیز سے، ہمارا سارا تعلیمی نظام استاد کے ارد گرد گھومتا ہے، اچھے استاد سے بالاتر اور کوئی شئی دنیا میں نہیں، امیر، امراء بھی نہیں، وزیر بادشاہ بھی نہیں، یہ سب اچھے استاد کے زیر زانو بیٹھ کر اپنا مقام پائے ہیں۔ اچھے استاد کمیاب تو ہیں، نایاب نہیں۔ یہ قرون اولیٰ کی یادگار ہیں یہ سرکاری اسکولوں میں نہیں پائے جاتے۔ یہ صرف تنخواہ کے لئے کام نہیں کرتے، یہ خود اخلاقی شخصیت کے حامل ہوتے ہیں اور اس کے پرچار کے خواہاں ہوتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ مدرسوں میں ہی ہو۔ باپ بھی اچھا استاد ہو سکتا ہے، ماں بھی ہو سکتی ہے، بھائی بھی ہو سکتا ہے، سارا سماج ایک مدرسہ ہے اور اس کا اچھا قائد اچھا لیڈر، اچھا استاد ہوتا ہے۔ ہمارے دیش میں گاندھی جی، مولانا آزاد، رادھا کرشن، ذاکر حسین اچھے استاد تھے۔ ایسے استاد آج بہت نادر ہو گئے ہیں۔ اسی لئے تو اخلاقی گراوٹ، تعلیمی پستی اور ہر قسم کی سماجی امراض عام ہیں، ہمارے کئی مسائل کا واحد علاج صحیح تعلیم ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے فوراً بعد صحیح تعلیم جو ڈاکٹر ذاکر حسین نے سوچا تھا نافذ کر دیا جاتا تو تعلیم عام اور ضروری ہونے کے ناتے فیملی پلاننگ خود بخود وجود میں آتی، آبادی بے لگام نہ بڑھتی، تہذیب و تمدن میں بہتری ہوتی، اخلاقی، اقتصادی، سماجی، سیاسی حالت بہت تیز ہوتی، پچاس سال کی آزادی کے بعد آج بھی جس قوم کے چالیس فیصد افراد لاعلم ہوں، اور جو باعلم ہوں وہ صحیح تعلیم کے مفہوم سے نابلد ہوں تو ایسی قوم کا مستقبل کیسے درخشاں ہو سکتا ہے؟

اوروں سے بڑھ کر ہمارے لئے صحیح تعلیم ناگزیر ہے۔ ضروری ہے کہ ہمارا مالدار طبقہ، سیاسی طبقہ، تعلیم یافتہ طبقہ، دینی طبقہ، سب کے سب تعلیمی میدان میں حصہ لینے لگیں، برادران وطن کہاں پہنچ گئے ہیں آنکھ کھول کر دیکھیں، کچھ نہ کر سکیں تو کم از کم اپنی زکوٰۃ کا پیسہ تعلیمی امور پر لگائیں۔ اگر ایک بین الاقوامی ادارہ ایک صد سے زیادہ تعلیمی ادارے کھول سکتا ہے تو دوسرے بھی اس راہ پر چل پڑیں۔ مدرسے نہ سہی تعلیمی میدان کا کچھ نہ کچھ کام کریں۔ جس طرح نوجوانوں میں لذت تخلیق ابھر آتی ہے، اسی طرح لذت تعلیم سے روشناس ہو جائیں، اس کام کو صالح اولاد کا درجہ دیتے ہوئے اپنے خاندان کی شان بڑھائیں۔

☆☆☆

ماں

میں یہاں ہر ایک کے دکھ درد کا ساتھی رہا
آج تک دنیا کے غم کو اپنا غم سمجھا کیا
عمر بھر آہیں رہیں بادِ صبا کے دم کے ساتھ
آگئے آنکھوں میں آنسو گریہ شبنم کے ساتھ
کیا میرے غم میں نہ ہوگا کوئی میرا غم گسار
کیا میری فریاد پر کوئی نہ ہوگا اشکبار

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

لارڈ ہیڈ لے..........................الحاج لارڈ ہیڈ لے الفاروق مرحوم

یارک شائر (آئرلینڈ) کے لارڈ ہیڈ لے خاندان کے پانچویں بیرن مشہور ومعروف انجینئر لائق وفائق مصنف اور مقرر، عزو جاہ عقل وتدبر کے مالک، تخت البانیہ کے نور نظر جناب الحاج لارڈ ہیڈ لے الفاروق نے نومبر ۱۹۱۳ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم ومغفور کے ہاتھوں قبول اسلام کیا۔ لارڈ موصوف نے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر قسم کی قربانی کی ہے۔تبلیغی سلسلہ میں مختلف ممالک کے دورے کئے، اشاعت اسلام کے لئے چندہ اکٹھا کیا اور دین کی حقانیت پر کتابیں لکھیں۔

آپ لکھتے ہیں:۔

"ممکن ہے بعض لوگ خیال کریں کہ میں نے اپنے مسلمان دوستوں کے کہنے سے اسلام قبول کرلیا ہے۔ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میرے موجودہ عقائد برسوں کے غور وفکر اور سالہا سال کی تحقیق وتجسس کا ماحصل ہیں تعلیم یافتہ مسلمانوں سے مذہبی امور پر تبادلہ خیالات تو صرف چند ماہ سے ہی شروع ہوا ہے، اور یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ میرے تمام خیالات اور ماحصل نتائج اسلام کے عین مطابق نکلے ہیں جس کی وجہ سے بے انتہا مسرت حاصل ہوئی ہے۔میرے دوست خواجہ کمال الدین صاحب نے بھی کبھی مجھے کسی طرح متاثر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ان سے تبادلہ خیالات سے مجھے اس سلسلہ میں بڑی مدد حاصل ہوئی۔انہوں نے بہت سی ان قرآنی آیات کا ترجمہ اور تشریح بھی مجھے بتائی جو میری سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔اسی طرح انہوں نے ایک سچے مسلمان داعی کے اصولوں کا مظاہرہ کیا۔یعنی یہ کہ مبلغ اسلام قبول مذہب کے لئے نہ کبھی کسی کو مجبور کرتا نہ ترغیب دیتا ہے۔کیونکہ تبدیلی مذہب بقول قرآن کریم انسان کے ذاتی فیصلہ اور آزاد رائے سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں جبر کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اسلام میں انسان کو تنگ دلی اور تعصب سے نجات مل جاتی ہے اور میری رائے میں اسلام شکر گذاری، ایمان ومحبت امن وامان اور سخاوت کا مذہب ہے۔ایمان کی روح اسلام کا خلاصہ ہے میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گزشتہ چند سالوں سے اسلام کے خالص اور تسلی بخش عقائد میرے لئے ایک حقیقت بن گئے اور مجھے ایسی خوشی میسر آئی ہے کہ اس سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کی تھی۔اسلام قبول کرکے مجھے مسیحیت کے مختلف کلیساؤں کے علمی لاینحل عقائد سے نجات ملی تو ایسا معلوم ہوا کہ روح کو آسمانی نعمت مل گئی اور اسلام کی سادگی اور ضیاء بخش شوکت کا احساس کرکے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میں کسی تاریک کوٹھری سے نکل کر روز روشن کی فضا میں آگیا ہوں۔ تعصب وسنگ دلی نے مسیحی کلیساؤں کو مخاصمت کا اڈہ بنادیا ہے۔لیکن اسلام اس لعنت سے پاک ہے۔کیونکہ اسلام میں صرف ایک ہی قبلہ ہے۔

اسلام کی تعلیمات باہمی رقابت k نسلی امتیازات اور مشرقی اور مغربی اختلافات سب کا قلع قمع کرنے والی ہیں۔اگر مسیحیت نے جناب مسیحؑ ناصری کی زیر ہدایت دنیا میں اس قدر روشنی پھیلائی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کی

مدعیان مسیحیت کی تنگدلی بڑی حدتک میرے ترک مسیحیت کا باعث ہوئی ہے۔مسلمان کبھی غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق ایسی تنگ نظری کا اظہار نہیں کرتے جیسی کہ مسیحی لوگ کرتے ہیں۔مسلمانوں کو اس امر پر افسوس ہوتو ہو کہ دوسرے لوگ ان کے ہم خیال کیوں نہیں لیکن وہ کبھی بھی محض اختلاف عقائد کی بناء پر دوسروں کو ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھہراتے۔

تعلیمات جو مسیحیت سے اعلیٰ اور ارفع اور سادہ تر ہیں۔ جن کو نبی عربی ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیا انسانوں کو منور کرنے کے کام کو جاری نہ رکھ سکیں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان دونوں رہنماؤں کی زندگیوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے، اور قرآن کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ اس میں کوئی بات سابقہ کتب کے تعلیمات کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآنی تعلیمات سراسر بائبل کی موئد ہیں ان) میں یہ خوبی ہے کہ وہ ہر زمانہ کی ضروریات کے عین مطابق ہیں۔

مدعیان مسیحیت کی تنگدلی بڑی حد تک میرے ترک مسیحیت کا باعث ہوئی ہے۔ مسلمان کبھی غیر مذاہب کے لوگوں کے متعلق ایسی تنگ نظری کا اظہار نہیں کرتے جیسی کہ مسیحی لوگ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو اس امر پر افسوس ہو تو ہو کہ دوسرے لوگ ان کے ہم خیال کیوں نہیں لیکن وہ کبھی بھی محض اختلاف عقائد کی بناء پر دوسروں کو ابدی جہنم کا وارث نہیں ٹھہراتے۔

مسیحیت کی تنگ دلی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ مسیحی کو اثاناسیوسی عقیدہ کا قائل ہونا ضروری ہے۔ جس میں تثلیث کا جو کلیسا کا اہم عقیدہ ہے، نہایت واضح طور پر بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ مجھے ڈرایا گیا ہے کہ میں تثلیث پر ایمان لاؤں اور اگر ایسا نہ کروں گا تو ابدی جہنم کا وارث ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اگر ہم نجات کے خواہاں ہوں تو ہمیں اس طرح تثلیث پر ایمان لانا چاہئے۔ یعنی ہم خدا کو ایک ہی سانس میں رحمٰن اور رحیم بھی تسلیم کریں اور ظلم وستم کی صفات بھی اس سے منسوب کریں جو کہ ہم کسی خون آشام ظالم انسان کی طرف بھی منسوب نہیں کرتے۔ گویا خدا جو کہ تمام کائنات سے بالاتر ہے۔ وہ تثلیث کے متعلق ہم فانی انسانوں کے عقائد سے متاثر ہو سکتا ہے۔ میں نے تثلیث کے متعلق کبھی غور نہیں کیا۔ کیونکہ وہ بجھا ہوا مسئلہ ہے۔ اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن چند روز ہوئے میرے دماغ میں ایک خیال آیا میں نے اس پر قدرے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مقدس پادری اتھانیسی نے اس عقیدہ کو ایسے پیچیدہ طور پر پیش کیا ہے کہ جب تک کوئی شخص کسی پادری کی امداد طلب نہ کرے وہ مطلق اس کے الفاظ اور معانی کو نہیں سمجھ سکتا۔ میں اسی خیال کو بہت شدت کے ساتھ پیش نہیں کرتا۔ اور غالباً اس کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ محض ایک خیال ہی تھا۔ جو آناً فاناً ذہن میں آیا اور نکل گیا۔

تنگدلی کی دوسری مثال یہ ہے کہ چند روز ہوئے میرے پاس ایک خط آیا جو میری رغبت اسلام سے متعلق تھا اس میں لکھا تھا کہ اگر میں نے مسیحیت کی الوہیت سے انکار کر دیا ہے تو میری نجات کی کوئی صورت نہیں ہے۔ حالانکہ مسیح کی الوہیت کا مسئلہ میرے نزدیک اتنا اہم نہیں جتنا یہ کہ آیا مسیح نے خدا کا پیغام دنیا کو دیا یا نہیں؟ اب اگر اس مسئلہ پر مجھے کوئی شک ہوتا تو مجھے بہت تکلیف ہوتی۔ لیکن الحمد للہ مجھے کوئی شک نہیں اور مسیح کی صداقت اور ان کی تعلیمات کی صحت پر میرا ایمان ایسا ہی مضبوط ہے جیسے دوسرے مسلمانوں یا مسیحیوں کا اور ایسا ہی اس سے پہلے بھی تھا۔ اسلام اور مسیحیت جیسا کہ حضرت مسیح نے تعلیم دی، دونوں سگی بہنیں ہیں ان میں صرف تحکمانہ عقائد اور رسمیات کا فرق ہے، جس کو بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں لوگ دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں کیونکہ پادری انہیں تحکمانہ عقائد اور تنگدلانہ باتوں پر ایمان لانے کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر آج لوگوں میں ایسے مذہب کی خواہش پائی جاتی ہے جو ان کی عقل اور جذبات دونوں کو اپیل کرے۔

موجودہ زمانہ میں لوگ دہریت کی طرف مائل ہو رہے ہیں کیونکہ پادری انہیں تحکمانہ عقائد اور تنگدلانہ باتوں پر ایمان لانے کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر آج لوگوں میں ایسے مذہب کی خواہش پائی جاتی ہے جو ان کی عقل اور جذبات دونوں کو اپیل کرے۔ کیا کسی شخص نے کسی مسلمان کو ملحد دیکھا ہے؟ ممکن ہے تاریخ میں چند مثالیں مل جائیں لیکن بہت ہی کم ملیں گی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہزارہا مردوزن دل سے مسلمان ہیں لیکن دنیاوی رسم وخیال کی وجہ سے وہ اعلان نہیں کر سکتے یا عوام کے اعتراضات کا نشانہ بننا نہیں چاہتے۔ اس لئے وہ علی الاعلان حقیقت کا اظہار نہیں کر سکتے۔

"میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟" اس عنوان کے تحت تبدیلی مذہب سے متعلق آپ ہمیں اپنا مضمون ارسال کر سکتے ہیں۔

عیدالفطر کے احکام و مسائل

اسلام میں دو بڑے تہوار ہیں جنہیں مذہبی سند حاصل ہے۔ان دونوں میں دو رکعت نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ بعد الصلوۃ خطبہ دیا جاتا ہے یہ دونوں تہوار عید کے نام سے مشہور ہیں جس کے معنی ہیں بار بار آنے والی خوشی یہ لفظ "عوذ" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ ان میں سے پہلی عید عیدالفطر کہلاتی ہے اور اسی کا یہاں ذکر مقصود ہے۔

فطر کے معنی شروع کرنے کے ہیں اسی سے **فطرہ** مشتق ہے۔ جس کے معنی سرشت کے ہیں اور افطار روزہ کھولنے کو کہتے ہیں۔ گویا روزہ کھولنے والا ایک فطری حالت کے طرف لوٹتا ہے اور اس نے فطرت کے ایک تقاضا کو پورا کیا ہے اسی مناسبت سے اس عید کو عیدالفطر کہتے ہیں۔ یہ عید ماہِ رمضان المبارک کے بعد پہلی شوال کو منائی جاتی ہے یہ دراصل ماہِ رمضان میں فریضۂ روزہ کی ادائیگی کی تکمیل میں منائی جاتی ہے اس متبرک موقع پر مسلمان زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع ہوکر اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں اور رب العلمین کا شکر بجالاتے ہیں کہ اس نے انہیں ادائیگی فرض کی توفیق عطا کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی حقیقی خوشی ادائے فرض پر منحصر ہے اسلامی تہواروں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کے اندر ایک گہری روحانی حقیقت کارفرما ہوتی ہے۔

عید کا اجتماع

عید کی تیاری جمعہ کی تیاری سے ملتی جلتی ہے اس دن مسلمان کو غسل کرنا چاہئے بہترین لباس پہننا اور خوشبو لگانی چاہئے اور حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے کہ وہ صاف ستھرا نظر آئے عید کا اجتماع عیدگاہ میں یا کسی کھلی جگہ میں زیادہ مستحسن ہے۔ لیکن ضرورت کے وقت مسجد بھی استعمال کی جاسکتی ہے۔ کھلی جگہ کو اس وجہ سے ترجیح دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ لوگوں کی کثرت تعداد ایک مسجد میں نہ سماسکے کیوں کہ اس دن تقریباً سبھی لوگ جمع ہوتے ہیں یہاں تک کہ حائضہ عورت کو بھی نماز عید میں شامل ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن ہم نکلیں یہاں تک کہ ہم باکرہ لڑکیوں کو ان کے پردہ سے نکالیں بلکہ جن پر ماہواری ایام ہوتے انہیں بھی نکالتے سو وہ مردوں کے پیچھے ہوتیں اور ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں اور ان کی دعاؤں کے ساتھ دعائیں کرتی اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھتیں (بخاری) اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ چھوٹی لڑکیاں اور خواتین جو حیض سے فارغ ہوچکی ہیں اور جنہیں ابھی ماہواری ایام ہوتے ہیں ان سب کو عید کی نماز کے لئے باہر جانا چاہئے اور نماز میں شریک ہونا چاہئے گرچہ حائضہ عورتیں نماز نہیں پڑھ سکتی۔

نماز عید

اس نماز میں نہ اذان ہے نہ اقامت عید کی نماز دو رکعت باجماعت ہے اور اس کا وقت طلوع آفتاب کے بعد دوپہر تک ہے علاوہ ان تکبیروں کے جو ہیئتوں کی تبدیلی پر بولی جاتی ہیں متعدد اور زائد تکبیریں بھی اس نماز میں کہی جاتی ہیں۔ ثقہ ترین سند کی بناء پر ان زائد تکبیروں کی تعداد بارہ ہیں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات زائد تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں (ترمذی ابواب العیدین)

(نوٹ) جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ زائد تکبیروں کی یہ تعداد ثقہ ترین سند کی بناء پر دی گئی ہے۔ واضح ہو کہ اس سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے مگر ان امور کو زیادہ اہمیت نہیں دینی چاہئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار تکبیریں پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں لیکن اس کا ثبوت فقہ حدیث میں نہیں ہے۔

عید کا خطبہ

خطبہ نماز ختم ہونے کے بعد دیا جاتا ہے۔ خطبہ کا طریقہ اور اس کا مضمون جمعہ کے خطبہ کی طرح ہوتا ہے۔ فقط اس قدر فرق ہے کہ خطبہ جمعہ

میں امام دوران خطبہ ایک دفعہ بیٹھ کر پھر خطبہ دیتا ہے۔ لیکن عید کے خطبہ کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا اس بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کا طریق یہ تھا کہ آپ مستورات کو الگ خطاب فرماتے تھے اور انہیں حکم تھا کہ وہ سب شریک ہوں۔ مگر افسوس کہ آج خواتین عید کی نماز میں شریک نہیں ہوتیں اور نہ علماء کرام اس کی تاکید کرتے ہیں جب کہ حدیث نبوی میں عیدین کی نماز میں شمولیت کے لئے مستورات کو تاکیدی حکم ہے مسلمان بھائیوں کو چاہئے کہ ان کے لئے راہ ہموار کریں تا کہ ہماری ماں بہنیں عیدین کی نماز اور خطبہ سے محروم نہ رہیں اور سنت نبوی پر عمل ہو سکے

صدقۃ الفطر

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں صدقۃ الفطر کے باب میں ایک حدیث نقل کی ہے **عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ فرض زکوٰۃ الفطر صاعامن تمراوصاعامن شعیر علیٰ کل حرٍاو عبدٍ ذکر اوانثیٰ من المسلمین** حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک مسلمان پر خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت ایک صاع کھجور یا جو بطور صدقۃ الفطر دینا فرض قرار دیا ہے۔ فطرانہ نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔

عید کا تہوار منانے میں مسلمان نماز ادا کر کے صرف خدا کو ہی یاد نہیں کرتا بلکہ اس کو حکم ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کو بھی یاد کرے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے عید کے موقع پر غرباء کے لئے باقاعدہ صدقات فنڈ کا انتظام کیا تھا۔ عہد اسلام میں زکوٰۃ کی طرح فطرانہ ایک نظام کے ماتحت ادا ہوتا تھا جیسا کہ ایک حدیث میں تصریحاً مذکور ہے "**کانوا یعطون لیجمع ولا للفقراء**" (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب صدقۃ الفطر) وہ یہ صدقہ جمع کرنے کے لئے دیتے تھے اور گداگروں میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں ہوتا تھا۔ ایک دوسری حدیث کے مطابق حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں ماہ رمضان کی زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم دیا تھا۔ (بخاری کتاب الوکالۃ باب اذاوکل رجلاً)

صدقۃ الفطر جمع کرنے کا اصول جو احادیث میں اس قدر صفائی سے بیان کیا گیا ہے اب مسلمانوں نے ترک کر دیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی فلاح اور بہبودی کے لئے جو ایک اعلیٰ نظام اسلام نے قائم کیا تھا وہ معدوم ہو گیا۔ اور اس طرح سے لاکھوں روپیہ جو مسلمانوں کے قومی فنڈز کی تقویت کا موجب ہو سکتا تھا وہ ضائع ہو رہا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کی دوسری عید یعنی عید الاضحیٰ جو عید الفطر کے دو ماہ دسویں دن (۱۰ ذی الحجہ) کو منائی جاتی ہے اس موقع پر جو صدقات شریعت نے مقرر کی ہیں یہاں اس کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا (مفصل بحث انشاء اللہ ذی الحجہ والے شمارے میں آئے گا۔ یہاں فقط صدقات کا ذکر مقصود ہے)

عید الاضحیٰ کا تہوار بھی صدقات وخیرات کا بڑا موقعہ فراہم کرتا ہے اس دن ایک جانور کی قربانی قوم کے غرباء کو اس تہوار منانے کے لئے صرف گوشت کی ضیافت ہی مہیا نہیں کرتی بلکہ قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس سے غرباء کی حالت کو سدھارنے یا قوم کی فلاح و بہبودی کے کاموں کے لئے مسلمان کا قومی فنڈ بہت مضبوط ہو سکتا ہے مزید برآں جن مقامات میں قربانی کا گوشت آبادی کی ضرورت سے زیادہ ہو جائے اسے خشک کر کے فروخت کیا جا سکتا ہے اور جو آمد اس طرح سے حاصل ہو اسے رفاہِ عام کے کاموں میں لگایا جا سکتا ہے مقام افسوس ہے کہ مکہ مکرمہ میں زائد گوشت کسی مصرف میں لانے کے بجائے دفن کر دیا جاتا ہے۔ یا کسی صحیح مصرف میں نہیں لایا جاتا جبکہ اسلام انسان کے قدرتی ذرائع کو ضائع کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس نے اپنے تمام صدقات وخیرات کو ایسے طریق پر منظم کیا ہے کہ بہترین مصرف میں لگائے جا سکتے ہیں۔

علاوہ ان صدقات کے جو عیدین کے لئے فرض قرار دئے گئے ہیں حضرت نبی کریم ﷺ عید کے خطبہ میں لوگوں کو قومی امور کے لئے جو کچھ وہ بطیّب خاطر دے سکیں دینے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ایسے موقعوں پر مستورات کی طرف سے زیورات دئے جانے کا ذکر حدیث میں آتا ہے (بخاری کتاب العیدین)

اگر حضرت خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے ارشادات گرامی کی صدق دلی سے تعمیل کی جائے تو اسلام کے عیدین کے دو تہوار قومی فنڈز (بیت المال) کو مضبوط بنانے اور غرباء کی امداد کے لئے نہایت موزوں مواقع ہیں۔

خلاصہ کلام

صدقۃ الفطر رسول ﷺ نے ہر مسلم چھوٹے بڑے مرد، عورت، آزاد، غلام، مالدار، غریب پر بلا شرط نصاب فرض قرار دیا ہے لہذا صدقۃ الفطر

چھوٹے بچے سے لے کر بوڑھے تک کا ادا کرنا چاہئے اور نوکروں کی طرف سے بھی اور اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے ہو جانا چاہئے صدقتہ الفطر میں کھجور، کشمش، گیہوں، جو، چاول یا جو اناج آپ کے ملک یا شہر میں عام طور پر کھائے جاتے ہوں۔ اس میں سے ایک صاع یعنی تقریباً ۲ کلو ۵۰۰ گرام ہر فرد پر فرض ہے۔ نقدی کی صورت میں ملک یا شہر کے مارکٹ ریٹ کے مطابق (۲ کلو ۵۰۰ گرام غلّہ کی قیمت فی کس ادا کی جائے۔ اس وقت بمطابق مارکیٹ ریٹ باشندگان دہلی کو بصورت نقدی دھائی کلو گندم کی قیمت فی کس ۲۰/ روپے فطرانہ ادا کرنی چاہئے (واللہ اعلم)

صدقتہ الفطر کی مقدار کے بارے میں علماء مختلف الرائے ہیں مگر عوام کو اس میں نہیں پڑنا چاہئے اپنے ملک یا شہر کے معتبر علماء جو فتوئی دیں اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ اسلام ہمیں ان صدقات کی ادائیگی کا حکم تنظیمی اور جماعتی شکل میں دیتا ہے تا کہ بیت المال کی شکل میں ان کے مستحقین کو ان کے حقوق کلی طور پر دیئے جاسکیں اور اسلامی نظم و نسق قائم ہو۔ رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ کے عہد میں فطرہ اور زکوٰۃ وغیرہ امیر کی زیر نگرانی شعبہ بیت المال میں جمع کراکے مستحقین کو تقسیم کرنے کا ایک خاص نظام قائم تھا۔

برادران اسلام! اگر آپ اپنے ان فرائض کو اسلامی منشا کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں تو احمد یہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ یہ انجمن اسلامی فرائض کو بعینہ اس کے منشا کے مطابق اجتماعی شکل میں ایک امیر کی اطاعت میں انجام دینے کا عزم رکھتی ہے اور اس کی شاخیں مختلف ممالک میں قائم ہیں اور اس کا صدر دفتر (ہیڈ آفس) لاہور میں واقع ہے جہاں امارت کے فرائض حضرت امیر (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کے زیر نگرانی انجام پاتے ہیں واضح ہو کہ یہ جماعت مجدّد صد چہار دہم، حضرت مرزا غلام احمدؒ کی قائم کردہ ہے۔ جنہوں نے الہام الٰہی کی بناء پر مجدّدیت کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ ۱۸۸۰ء میں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہونے شروع ہوئے اور اپنی مایۂ ناز کتاب براہین احمدیہ میں جو اسی عرصہ میں آپ کی طرف سے شائع ہوتی تھی۔ اس میں آپ نے بموجب حدیث ان اللہ یبعث لھٰذہ الا مۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کی تشہید اس وقت کر دی تھی اور مقام لدھیانہ (پنجاب) میں ۱۸۸۸ء میں آپ کو الہام ہوا کہ ارادہ الٰہی کی تکمیل کے لئے جملہ مسلمانوں کو خدمت اسلام پر گامزن کرنے کے لئے سلسلہ بیعت شروع کیا جائے بہرکیف آپ نے اسی جگہ بیعت لینی شروع کر دی اور کثرت سے لوگ آپ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ بالآخر اس دارفانی سے رحلت فرمانے سے تین برس قبل آپ نے الوصیت کتاب تصنیف کی اور اس میں مفصل طور پر اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ کبھی بھی کتاب اللہ و سنت رسول کا ساتھ نہ چھوڑیں اور منشا الٰہی کے مطابق پیغام اسلام کو عالم کے چپہ چپہ اور کونے کونے تک پہنچاتے رہیں۔

☆☆☆

ماہ رمضان کا آخری عشرہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے۔ شب بیداری کرتے اور اہل خانہ کو نیند سے بیدار کرتے۔ (بخاری)

اٰخرہٗ عتقٌ مّن النّار

رمضان کا تیسرا عشرہ جہنم کی آگ سے نجات پانے کا ہے

عبادت کے دن ہیں دُعاؤں کی راتیں + کریں اپنے مولیٰ سے کھل کھل کے باتیں
اُسے اہل تقویٰ سے ہے پیار و اُلفت + نہیں دیکھتا وہ، ہیں کیا ان کی ذاتیں
مقابل پہ تقویٰ کی دولت کے پیارو + ہیں ہیچ دنیا کی انمول دھاتیں
شیاطین ہیں پابہ زنجیر سارے + ہیں بے کار سب آجکل اُن کی گھاتیں
مساجد میں دنیا کی قد دسیوں نے + لگائی ہیں پھر اپنی اپنی قناتیں
دُعاؤں میں مشغول ہیں معتکف سب + الٰہی مقبول ہوں اُن کی صلوٰتیں

یہ ایام عتق من النار کے ہیں۔
بڑے خاص فضل و کرم کی ہیں راتیں

رضا تیری حاصل ہو سب مومنوں کو + ہوں راتیں یہ ان کے لئے شب براتیں
عمل ہو نہ صالح تو ایماں عبث ہے + نہیں کام کی صرف باتیں ہی باتیں

کتا جن کے ایماں کا ہوتا نا بانا
ہے لازم انہیں پھر نیا سُورت کاتیں

☆☆☆

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کی سہ ماہی میٹنگ اور لوگوں کی آمد و شرکت

اللہ کا لاکھ لاکھ کرم واحسان ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کے ممبران بورڈ کی سہ ماہی میٹنگ اپنی روایات کے مطابق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ) کے نئے دفتر ڈی ۵/ جی ۱/، دلشاد کالونی دہلی میں ۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۲ء بروز سنیچر صبح ساڑھے دس بجے سے شروع ہوکر دوپہر ۲ بجے بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ بعدہٗ نماز ظہر اور انجمن کی طرف سے آئے ہوئے مہمانوں کے لئے طعام کا اہتمام کیا گیا۔

اس میٹنگ میں ممبران بورڈ نے انجمن کے مختلف خارجی وداخلی امور پر غور وخوض کیا۔ اشاعت اسلام واتحاد امت جو کہ اس انجمن کا خصوصی امتیاز ہے۔ دور حاضر میں فروغ دینے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب ہوا۔ نیز انجمن کی ترقی وترویج کے لئے چند قراردادیں پاس کی گئیں۔

مثلاً مسلم بچوں اور بچیوں کو دینی ودنیاوی تعلیم سے مزین کرنے کے لئے مختلف مقامات پر تعلیم گاہوں کا قیام۔ تربیت گاہیں، مسجد، لائبریری، مہمان خانہ کے لئے سرکار سے ایک قطعہ آراضی خریدنے کی مہم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حکمت عملی تیار کی گئی۔ اور جہاں جہاں احباب جماعت قیام پذیر ہیں ان تمام مقامات کا ایک ہنگامی دورہ بھی کیا جائے اور وہاں کے اعداد وشمار وحالات کا جائزہ لیا جائے تاکہ تبلیغی کام کو مکمل طور پر منظم کیا جاسکے، اور اشاعت اسلام میں آنے والی ہر رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ایک جامع لائحہ عمل بحسن وخوبی مرتب کیا جائے۔

الحمدللہ! اس بار بھی سہ ماہی میٹنگ کے موقع پر دہلی وبیرون دہلی کے دور دراز علاقوں سے تشریف لائے ہوئے متفقین اور متلاشیان حق کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔ ان حضرات نے مسلسل تین روز تک افہام وتفہیم کے ذریعہ اپنے قلوب کو مطمئن کیا، اور غلط فہمیاں دور ہوئیں۔

میٹنگ کے آخری دن بروز اتوار عزت مآب قبلہ شوکت اے علی صاحب مدظلہ (سرپرست احمدیہ انجمن) زیر صدارت باضابطہ ایک تقریری پروگرام کا اہتمام کیا گیا جس میں علماء کرام ودانشوران ملت نے مختلف موضوعات پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ پروگرام کا آغاز جناب سعید صاحب نے تلاوت کلام پاک اور جناب عبدالغفار صاحب نے نعت پاک سے کیا۔

مقررین میں سب سے پہلے جناب شمس الحسن صاحب نے قرآن پاک کی آیت ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم کی تلاوت فرمائی۔ اور اس کے ذیل میں تقویٰ کے موضوع پر جامع تقریر فرمائی۔ اس کے بعد جماعت جموں سے تشریف لائے مہمان جناب مشتاق احمد صاحب نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام کی تردید میں تفصیل سے روشنی ڈالی۔ موصوف نے فرمایا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم زندہ مانتے ہیں تو اس سے حضور ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر سوالیہ نشان اور قرآن کا انکار لازم آتا ہے اور قرآن کا انکار کرنا کفر ہے۔

اس کے بعد نومسلم جناب عبداللہ خان نے انتہائی جوش وجذبہ کے ساتھ فرمایا کہ ہمیں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی لٹریچر کے مطالعہ اور ممبران سے مل کر بے خوشی ہوئی ہے اور اصل اسلام کی بو یہاں نظر آتی ہے۔ انشاء اللہ ہم جماعت کے لٹریچر کو عوام تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ اور لوگوں کے دلوں سے غلط فہمیوں کو دور کرنے کی جدوجہد کو جاری رکھیں گے۔

ابھی کچھ دن پہلے جماعت میں شامل ہوئے جناب محمود عالم صاحب کولکتوی نے کہا کہ میں تقریباً تمام جماعتوں کے لٹریچر کا مطالعہ کرچکا ہوں۔ لیکن جماعت احمدیہ کے علاوہ کسی اور جماعت سے مجھے اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ ہر جماعت کے لوگ قرآن وسنت کے مقابلہ میں اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ ماننے پر فوراً

کفر کا فتویٰ صادر فرما دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان جماعتوں کے دفاتر میں ایک دوسرے کے خلاف کفر بازی کے بہت بڑے ذخیرے موجود ہیں۔ اس کے برعکس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام صرف قرآن وسنت کی دعوت دیتی ہے اور ایک دوسرے پر کفر بازی کے خلاف کمر بستہ ہے، اور اتحاد بین المسلمین کے علم لئے میدان عمل میں کھڑی ہے۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جس کی وجہ سے میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں شامل ہونے پر خود کو مجبور پایا۔

محترم جناب عبدالرزاق صاحب مالدوی نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم اسوۂ رسول ﷺ کو ہی اختیار کر کے اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ آج ہماری پریشانی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ہم نے آقائے مدنی سرکار دو عالم ﷺ کے طریق کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ حضرت امام الزماںؒ اور حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ نے اپنی پوری زندگی اشاعت اسلام اور اشاعت قرآن میں صرف کی۔ آج ہمیں بھی چاہئے کہ ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اشاعت اسلام واشاعت قرآن کے لئے خود کو وقف کر دیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ممبر جناب عتیق الرحمٰن ایڈوکیٹ (سپریم کورٹ) نے اپنی تقریر میں کہا کہ اپنے اندر تقویٰ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہماری کمائی حلال کی کمائی ہو، ہمارا رزق بالکل حلال ہونا چاہئے جب تک ہم حلال غذا نہیں کھائیں گے اس وقت تک ہمارے اندر تقویٰ پیدا نہیں ہو سکتا ہے۔

جماعت کے ایک اور نئے ممبر جناب سید خالد مسعود ندوی صاحب نے پرزور انداز میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم حضرت امام الزماں کی جماعت میں اس وجہ سے شامل ہوئے ہیں کہ ہمیں کچھ کرنا ہے اور اس کام کو آگے بڑھانا ہے۔ موصوف نے اپنی تقریر میں انجمن کے ذمہ داران کو بھی مخاطب کر کے کہا کہ انجمن کے آمد واخراجات کے بارے میں بھرپور دھیان رکھیں تاکہ منظم طریقے پر انجمن کا کام پروان چڑھتا رہے۔

جماعت کے ایک بزرگ ممبر جناب یحییٰ خان صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ کی صورت میں بہترین باتیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ہی اپنا مشعل راہ بنائیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ اگر ہم قرآن کریم کے ذریعہ ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم تقویٰ اختیار کریں۔

جماعت کے مقامی صدر جناب عبدالغفار صاحب نے جماعت کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا نصب العین اتحاد بین المسلمین ہے، اور یہ خالص قرآن وسنت کی دعوت دیتی ہے۔ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ قائم کیا ہے اور انشاء اللہ یہ جماعت رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔

اس کے بعد جماعت احمدیہ دہلی انڈیا کے ہیڈ مبلغ جناب مفتی ممتاز عالم نے بھی تقویٰ کے موضوع پر نہایت ہی بلیغ اور بصیرت افروز وجامع تقریر فرمائی۔ موصوف نے فرمایا کہ اصل تقوی یہ ہے کہ انسان ایمان بالغیب سے متصف ہو، یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کو بلا چون و چرا مان لے۔ مثلاً جنت، دوزخ، فرشتہ، حشر ونشر وغیرہ وغیرہ پر کامل ایمان رکھے۔ اور ارکان اسلام کا مکمل پابند اور ہر طرح سے ان کی نگہداشت رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے رحمت کا دروازہ کھول دے۔ خدا کے کلام کو ماننے میں کسی طرح کا پس وپیش وتذبذب نہ ہو۔ موصوف نے مزید فرمایا کہ قرآن شریف کو طوطے کی طرح رٹ کر پڑھنے سے کوئی فائدہ نہیں، یہ اور بات ہے کہ اس کتاب کو فقط پڑھنے میں بھی رب العالمین نے ثواب رکھا ہے مگر قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھنا ہدایت ہے اور اس پر عمل کرنے سے ہمیں نجات ملتی ہے۔

آخر میں جماعت کے سرپرست عالی جناب شوکت اے علی صاحب نے فرمایا کہ جو احباب اس جماعت میں شامل ہوتے ہیں شامل ہونے کے بعد وہ اپنے اندر کیا تبدیلی محسوس کرتے ہیں اگر اپنے اندر واقعی تبدیلی محسوس کرتے ہیں تو کامیابی ہے ورنہ جماعت میں شامل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ہمارا مقصد صرف بھیڑ اکٹھی کرنی نہیں ہے بلکہ ایسے افراد تیار کرنا ہے جو حقیقت میں متقی اور اسلام کا داعی ہو۔ جو ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر اسلام کی سربلندی کے لئے کام کرے اور اللہ کی راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہے۔ کچھ دوستوں کی واقعی لغزش کو دیکھتے ہوئے تنبیہاً فرمایا کہ ہمیں دوسروں پر انگلی اٹھانے سے پہلے اپنا محاسبہ کر لینا نہایت ضروری ہے۔ تبھی ہم کامل طور پر کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

خبریں اخبارات کے آئینے میں

آسٹریلیا سرکار کا نیا شوشہ

مسلم خواتین کو نقاب پرستی پر پابندی

نیوساؤتھ ویلز ریاستی پارلیمنٹ کی رکن نے آج کہا کہ بہت سی مسلمان خواتین جوسر سے پیر تک برقع پہنتی ہیں ان پر پابندی لگادینی چاہئے کیونکہ اس میں بڑی آسانی سے ہتھیار اور دھماکہ خیز مادے چھپا کر لے جائے جاسکتے ہیں۔

فریڈ نائل نے کہا کہ اس اپیل کو مذہبی عدم رواداری سے تعبیر نہیں کیا جانا چاہئے کیونکہ اسلام نے چادر پر اصرار نہیں کیا ہے بلکہ کچھ ممالک کی حکومتوں نے اسے نافذ کیا ہے۔

ٹرین، اسٹیشن، شاپنگ سینٹر اور تھیٹر جیسے عام مقامات پر برقع پوش عورتوں کا داخلہ ممنوع ہونا چاہئے۔ انہوں نے اے بی سی ریڈیو پر بتایا کہ انہیں عوامی مقامات پر برقع اوڑھنے کی اجازت نہیں ملنی چاہئے یہ کوئی تصوراتی بات نہیں ہے ماسکو میں ایسا ہو چکا ہے جہاں کچھ خواتین اپنی چادروں میں دھماکہ خیز مادے لے گئی تھیں اور تھیٹر کو اڑا کر ۸۰۰ لوگوں کو مارنے کو تیار تھیں۔

اس تجویز کو آسٹریلیا کی ڈھائی لاکھ کی مسلم برادری کے لیڈروں نے فوراً ٹھکرا دیا۔ یونائیٹڈ مسلم حوومین ایسوسی ایشن کی صدر، ماہا عبدو نے کہا کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اوورکوٹ، جیکٹ اور ہیٹ کو ممنوع قرار دینا۔ انہوں نے کہا کہ وہ نفرت کو بڑھاوا دے رہے ہیں اور یہ خوفزدہ کرنے والی بات ہے۔

نیوساؤتھ ویلز کے وزیر اعظم باب کار نے کہا کہ مسلمانوں پر کسی بھی طرح کا ظلم وزیادتی انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگر آسٹریلیائی لوگ جو مسلمان ہیں خود کو الگ تھلگ اور نشانہ پر محسوس کرنے لگیں تو اس کا مطلب آپ ایسی بنیاد تیار کر رہے ہیں کہ انتہا پسند گروپ نوجوان لوگوں کو بھرتی کر سکیں۔

وزیر اعظم جان ہاورڈ نے اس تجویز کو یکسر مسترد کر دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کئی چیزیں ایسی ہوسکتی ہیں جس کے بارے میں صاف طور سے ہاں یا نہیں کہنا مشکل ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کئی مرتبہ عوامی مفادات مذہبی رسوم پر حاوی رہتے ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ اس ملک میں ہر شخص آسٹریلیا کے ضابطوں کے مطابق زندگی گزارے اور اس میں مذہبی عقائد کا احترام بھی شامل ہے ہم مختلف مذاہب کا احترام اور انہیں برداشت کرتے ہیں اور ہم ان لوگوں کو بھی قبول کرتے ہیں جن کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ (قومی آواز ۲۲ر نومبر ۲۰۰۲ء)

دنیا کو ایک دن پولیو سے ضرور چھٹکارا ملے گا

فرضی رپورٹوں سے پرہیز کرنے کی صلاح

دنیا بھر کے لوگوں کو پولیو سے نجات دلانے کی جدوجہد میں معروف روٹری کلب سے وابستہ ملک بھر کے ماہرین کی رائے ہے کہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ جب دنیا کو پولیو جیسی خوفناک وبا سے چھٹکارا مل جائے گا۔ روٹری کلب نے ۲۰۰۵ تک پولیو سے نجات دلانے کا نشانہ مقرر کیا ہے۔

مقامی گاندھی شفا خانہ چشم میں روٹری کلب کے زیر اہتمام منعقد خصوصی کیمپ میں آپریشن کرنے آئے ماہرین نے اخبار نویسوں سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ روٹری کلب کو اپنے اس مشن میں ضرور کامیابی ملے گی۔ انہوں نے بتایا کہ جو لوگ پولیو کا شکار ہو کر معذور ہو چکے ہیں آپریشن کے ذریعہ انہیں صحت مند بنانے کے لئے روٹری کلب نے کیمپ منعقد کرانے کا پروگرام شروع کیا ہے۔ کلب کی کوشش ہے کہ آپریشن کے ذریعہ معذور افراد کو تندرست اور صحت مند بنایا جائے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوسکیں اور کسی پر بوجھ نہ بنے رہیں۔ انہوں نے کہا کہ فی الحال ان مریضوں کو اس مشن میں شامل نہیں کیا گیا ہے جو پولیو کے علاوہ کسی اور وجہ سے معذور ہوئے ہیں۔

ماہرین نے ہدایت دی ہے کہ معذور افراد کو صاف ہوا، صاف روشنی اور صاف پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا انہیں ہر طرح کی آلودگی سے محفوظ رکھا جائے نیز یہ کہ پولیو کو لے کر فرضی اعداد وشمار اور فرضی رپورٹنگ سے پرہیز کیا جائے۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ پولیو کی روک تھام کے لئے کئے گئے اقدامات کافی کارگر ثابت ہو رہے ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے دوران دنیا بھر میں ۵۰ لاکھ پولیو کے مریض رپورٹ کئے گئے تھے۔ لیکن اس سال یہ تعداد گھٹ کر صرف ایک ہزار رہ گئی۔ ان مریضوں میں سب سے زیادہ تعداد ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش اور بہار میں نوٹ کی گئی ہے جو قابل تشویش ہے۔ حکومت اور انتظامیہ کو اس طرح کے اقدامات کرنے چاہئیں کہ اس وبا پر مکمل قابو پایا جاسکے۔ ان ماہرین میں ڈاکٹر اننت (پونہ) ڈاکٹر وجیندر راؤ (آندھرا پردیش) اور ڈاکٹر سیف الحق (حیدرآباد) شامل ہیں۔ (قومی آواز ۲۲ر نومبر ۲۰۰۲ء)

﴾ہماری مطبوعات﴿

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کے پاس اسلامی کتابوں کا ذخیرہ راجدھانی دہلی میں موجود ہے۔ جو مناسب ریٹ پر دستیاب ہیں جنکی تفصیل اس طور پر ہے۔

نام کتاب		مصنف	قیمت
۱۔تفسیر بیان القرآن (اردو) مکمل دو جلدیں	(ترجمہ تفسیر مع حل لغات)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم ۔ہدیہ	۷۰۰/- روپے
۲۔تلخیص بیان القرآن مکمل	(ترجمہ مع مختصر تفسیر)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم۔ہدیہ	۱۵۰/- روپے
۳۔احادیث العمل	(منتخب احادیث کا مجموعہ)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	۱۵۰/- روپے
۴۔سیرت خیر البشر	(محمد ﷺ کی سوانح عمری)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	۵۰/- روپے
۵۔لا نبی بعدی۔	(عصر حاضر کا اہم مسئلہ۔ بانی سلسلہ کی بنیادی اصطلاحات کی وضاحت)	ازشیر محمد ملک صاحب	۳۰/- روپے
۶۔میرا قبول اسلام	(نومسلمین کے تاثرات وحالات جو الحاج خواجہ کمال الدین صاحبؒ کی کوششوں سے مسلمان ہوئے تھے)	ازبشیر سوز	۶۵/- روپے
۷۔زندہ نبی کی زندہ تعلیم	(سیرت نبوی پر مختصر اور بے مثال کتاب)	ازمولانا محمد علی صاحبؒ	۴۰/- روپے
۸۔مجدد اعظم (۳ جلدیں)	حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سوانح عمری	ازڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم	۴۵۰/- روپے
۹۔نماز اور ترقی کی تین راہیں	(نماز پر ایک ایمان افروز تقریر)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۲۰/- روپے
۱۰۔میثاق النبیین	(رسول اللہ کی آمد کی بشارات دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں)	ازمولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم	۱۲۰/- روپے
۱۱۔جمع قرآن	(تاریخ نزول وترتیب قرآن وبعض شکوک کا ازالہ)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۴۰/- روپے
۱۲۔نبوت کا ظہور اتم	(سیرت رسولؐ پر امتیازی کتاب)	الحاج خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم)	۷۵/- روپے
۱۳۔اسلام کیا ہے	(اصول اسلام کی حقیقت بطور سوال وجواب)	مرتبہ منظور الٰہی صاحب مرحوم	۱۰/- روپے
۱۴ضرورت مجدد	(مجدد کی آمد پر بحث قرآن وحدیث کی روشنی میں)	ازمولانا محمد علی صاحبؒ	۱۰/- روپے
۱۵۔مجدد کامل	(مسئلہ مجدد پر بحث)	ازخواجہ کمال الدین صاحب	۲۰/- روپے
۱۶۔کشتی نوح	(تقویت ایمان سے بھرپور کتاب)	ازحضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ قادیانی	۱۰ روپے
۱۷۔ردّ تکفیر اہل قبلہ	(تکفیر بازی کی رد میں تفصیلی بحث)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۱۵/- روپے
۱۸۔وفات مسیح ونزول مسیح	(قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۱۵/- روپے
۱۹۔حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی حقیقت	(حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر بحث)	از ملک شیر محمد خوشابی	۲۰/- روپے
۲۰۔معارف الحق	(معارف وخزائن کا انمول نمونہ)	ازعبدالحق ودیارتھی صاحبؒ	۱۰۰/- روپے
۲۱۔مسیح موعود	(حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کے مختلف جزئیات پر مفصل بحث)	ازحضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۰۰/- روپے
۲۲۔ہمارا خالق	(ہستی باری تعالیٰ پر محققانہ بحث)	ازمحمد ضیاء اللہ	۲۰/- روپے
۲۳۔اسلامی اصول کی فلاسفی	(پانچ سوالوں کے جوابات میں معارف سے لبریز مقالہ)	ازحضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ	۳۰/- روپے
۲۴۔ہندوستانی مسلمان اور جہاد	(مسئلہ جہاد کے فرضیت پر بحث)	ازابوظفر خوشابی مرحوم	۶۰/- روپے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ)

L-25-A دلشاد گارڈن، دہلی۔۱۱۰۰۹۵

E-mail :ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website : www.aaiil.org (or) islam.lt

شائقین حضرات کتب بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے چوتھائی رقم پیشگی ارسال فرمائیں تاکہ بذریعہ وی پی کتب روانہ کی جائیں۔ وصول شدہ رقم بل میں سے گھٹا دی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔ کل رقم ایڈوانس بھیجنے کی صورت میں کتب بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ بھیج دی جائینگی۔ اور بغرض دینی معلومات اوپر دئے گئے ویب سائٹ پر ہمارا پروگرام ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: کتب فروشوں کے لئے خصوصی رعایت **فون:۔** 2296616, 2134969,

Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at M.S.& Printers A-145, Gali No. 8, Chohan Banger, Delhi-110053
Published From L/25A, Dilshad Garden, Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Code:011 Tell:2596616,2134969

CHAUDHWIN SADI *(URDU MONTHLY)* **R.N.I. DELURD/2000/5380. DL- 20033/2002**
L-25-A DILSHAD GARDEN, DELHI - 110095 PHONE:- 2596616, 2134969 VOL - 3 ISSUE -12 DECEMBER- 2002
E-mail ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website : www.aaiil.org (or) islam.lt

OUR ENGLISH PUBLICATIONS

Ahmadiyya Anjuman Isha'at Islam India has a good callection of Islamic books some of them have been enlisted have there books are avaiable on reasonable rate.

1.Holy Quran with Arabic Text, English Translation with Commentary	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 400/-
2.The English Translation of the Holy Qur'an without Arabic Text.	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 200/-
3. The Prophet of Islam	By Maulana Mohammad Ali	Rs .20/-
4. A manual of Hadith	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 150/-
5. Heresy in Islam	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 50/-
6. Mohammad the Prophet	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 80/-
7. Need of Islam of the Age	By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad	Rs. 15/-
8. Living thoughts of Prophet Mohammad	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 45/-
9.The True Significance of the Finality of Prophethood	By Hafiz Sher Mohammad	Rs. 12/-
10. The Early Caliphate	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 80/-
11. The Muslim Prayer Book	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 20/-
12. The Religion of Islam	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 275/-
13. Victory of Islam	By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad	Rs. 20/-
14. The New World order	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 35/-
15. The Antichrist and Gog and Magog	By Maulana Mohammad Ali	Rs. 50/-
16. Mohammad and Christ	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 25/-
17. Slavery in Islam	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 15/-
18. Sources of Christianity	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 70/-
19. Open letters to the Bishops	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 50/-
20. Islam and Christianity	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 50/-
21. Study of Islam	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 10/-
22. Mysticism in Islam	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 60/-
23. Islam my only choice	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 20/-
24. Islam and The Muslim Prayer	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 25/-
25. Table Talk	By Al-Hajj Khwaja Kamaludiin	Rs. 20/-
26. The Triumph of the Holy Qur'an	By Hazrat Maulana Sadruddin	Rs. 100/-
26. Mohammad in world Scriptures (Volumes I ,II.) (Paper Back)	By Abdul Haque Viddiyarthi	Rs. 350/-
27. The Great Religion of the world	By Mrs Ulfat Aziz Samad	Rs. 100/-
28. Islam and Christianity	By Mrs Ulfat Aziz Samad	Rs. 50/-
29. Islam is Modern	By Hazrat Maulana Sadruddin	Rs. 25/-
30. Teachings of Islam	By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad	Rs. 50/-
31. Introduction to Islam	By Zahid Aziz	Rs. 30/-
32. Essays in Islamic Sufi-Ism	By Dr. Mohammad Ahmad	Rs. 15/-
33.True Facts About the Ahmadiyya Movement	By Maulana Hafiz Sher Mohammad	Rs. 25/-
34. The Debt Forgotten	By K.S. Mian Rahim Bakhsh	Rs. 30/-
35.The Status of woman in world Religion & Civilizations	By S.A, Soorma B.A. B.L.L.M.	Rs. 50/-
36. The Martyrdom of Sahibzada Abdul Latif Shaheed	By Khalilur Rahman	Rs. 15/-
37. The Qadiani Violation of Ahmadiyya teaching	By Zahid Aziz (Ph.D.)	Rs. 10/-
38. Ahmadiyyat The citad del of Islam	By K.S. Mian Rahim Bakhsh	Rs. 10/-
39. The Great Muslim Reformer of the Present Age	By Dr. Basharat Ahmad	Rs. 45/-
40. Prophethood in Islam	By S.M. Tufail	Rs. 350/-

The above mentioned books may be demanded by post or by VPP. but one forth of the tolal amaunt should be seny by M.O. in advance our programme may be been on web site www.aaiil.org(or)islam.lit.

40% discount for book sellers.

AHMADIYYA ANJUMAN ISHA'AT ISLAM INDIA (Regd)
L25A, DilShad Garden Delhi-95 Phone:- 2296616, 2134969
E-mail : ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our websit : www.aaiilorg" & islam.lt